حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمہ اللہ

بانی جامعہ نظامیہ کی سیرت پر اولین شاہکار

مطلع الانوار



تالیف: استاذ الاساتذہ حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد رکن الدین رحمہ اللہ

(مفتی اول جامعہ نظامیہ و خلیفہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالی)

باہتمام: طلبہ جماعت فاضل سنہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

ناشر

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ

کی سیرت پر اولین شاہکار

مطلع الانوار

تالیف

استاذ الاساتذہ مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین رحمہ اللہ

(مفتی اول جامعہ نظامیہ وخلیفہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ)

باہتمام: طلبۂ فاضل سندی ۱۴۳۵ھ م ۲۰۱۴ء

ناشر:

مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ، حیدرآباد، الہند۔

نام کتاب	:	مطلع الانوار
مصنف	:	حضرت علامہ مفتی محمد رکن الدین علیہ الرحمہ (مفتی اول جامعہ نظامیہ)
صفحات	:	96
تعداد	:	1000
طباعت	:	بارسوم
سن طباعت	:	جمادی الاولیٰ 1435ھ / مارچ 2014ء
طباعت	:	مطبع ابوالوفاء الافغانی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد
قیمت	:	-/60
ناشر	:	مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ

ملنے کے پتے : دفتر اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ
حیدرآباد ۵۰۰۰۶۴، اے، پی، (الہند)

فون:24576772'24416847 فیاکس'24503267
ویب سائٹ:www.jamianizamia.org
ای میل:fatwa@jamianizamia.org

۲۔ شیخ الاسلام لائبریری اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، نزد جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔ 9701223435

۳۔ ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر۔ 040-64534568

۴۔ دکن ٹریڈرس نزد G.H.M.C آفس چارمینار۔ 040-24511777

۵۔ عرشی کتاب گھر۔ میر عالم منڈی، حیدرآباد۔ 9440068759

۶۔ کاظم سیریز۔ مغل پورہ، حیدرآباد۔ 9177396593

فہرست مطلع الانوار

﴿عرض حال﴾

مطلع انوار کا یہ تیسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے جس کی طباعت واشاعت کا اہتمام طلبۂ فاضل سندی، جامعہ نظامیہ نے کیا ہے حضرت شیخ الاسلام عارف باللہ امام محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ سیرت وسوانح جہاں علمائے کرام کی رہبری اور مشکل حالات میں مشعل راہ کا کام دیتی ہے وہیں آپ کی زندگی کے روشن ابواب تشنگان علوم اور ہدایت کی تلاش میں سرگرداں حضرات کے لئے بھی مشعل راہ رکھتی ہے آپ کی شخصیت میں وہ تمام عناصر بدرجہ اتم موجود تھے کہ جن سے نہ صرف ہمعصر زمانہ بلکہ آنے والی نسلیں بھی مستفید ہوسکتی ہیں، ایک طرف سلطنت آصفیہ کے حکمران افراد بادشاہوں سے آپ کی قربت اور تلمذ کا تعلق تھا تو دوسری طرف علمی مجلسوں اور روحانی محفلوں کے آپ پیشوا مانے جاتے تھے۔غرض اس دور کے اصلاحات اورآپ کے دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو آپ دیانت داراور انصاف پسند کے لئے آپ کی خدمات کے اقرار اور اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔کئی ایک ایسی ہدایت واحکامات سلطنت آصفیہ میں محض آپ کی وجہ سے جاری ہوئیں اور اپنے نفع بخش اثرات کی بناء آج بھی باقی ہیں جسکا تذکرہ کیا جائے تو یہ سوانح ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کرلیتی ،حضرت نے اپنی ذاتی زندگی میں اپنا تمام تر وقت علمی اور روحانی سرگرمیوں میں صرف فرمایا۔ چنانچہ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت قاری یہ محسوس کرے گا کہ کبھی علمی نکات اور روحانی دقائق کا بیان ہورہا ہے تو کبھی معرفت کی

منزلوں سے آشنا کروایا جارہا ہے۔ کہیں حاکم وقت کی رہنمائی کی جارہی ہے کہ حدود اللہ سے تجاوز کئے بغیر قوائد وقوانین کی تدوین کی جائے اور ملکی وملی اصلاحات کے لئے قرآن وحدیث کو مدنظر رکھنے کی ترغیب دی جارہی ہے اور قاری یہ محسوس کریگا کہ اس مختصر اور مصروف زندگی میں تدریس کو جاری رکھتے ہوئے عبادت وریاضت بھی جاری ہے تصنیف وتالیف بھی جاری ہے دیگر ضروری امور اور معمولات بھی جاری ہیں اور ان سب امور میں مداومت ومواظبت بھی برقرار ہے یہ زرین اصول حضرت کی ساری زندگی میں یکساں دیکھے جاسکتے ہیں جو کامیابی کے ضامن ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ ایک ممتاز عالم دین عظیم قلمکار، عظیم مرتبت، وسیع سیرت اور زبردست اثرات کے مالک تھے۔ آپ جس مسئلہ کو بھی دانست میں صحیح سمجھتے اس کا حکیمانہ انداز میں اظہار فرماتے لیکن دوسروں کی علمی ثقافت کو مجروح نہیں فرماتے۔

حضرت کی علمی زندگی کا ایک عظیم علمی کارنامہ آج بھی جامعہ نظامیہ کی شکل میں روشن وتابندہ موجود ہے جو سارے ہندوستان میں تعلیمات اسلام کا عظیم مرکز مانا جاتا ہے اس پر آپ نے نہ صرف اپنی ذاتی محنت وتوجہ دی بلکہ اپنی تمام بیش بہا کتابیں اور نوادرات بھی وقف فرمائیں۔ مسلمانان ہند اور خاص طور سے مسلمانان دکن کے لئے آپ کی خدمات تاریخ کے ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جسے ضبط تحریر لانا اور نئی نسلوں تک پہنچانا ہم سب کا فریضہ اولین ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر آپ کے ایک شاگرد رشید مولانا مفتی رکن الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ (مفتی اول

جامعہ نظامیہ) نے **مطلع الانوار** کے نام سے حضرت کے حالات پر مشتمل ایک مسودہ تیار کرلیا تھا۔طباعت واشاعت انجمن قدیم طلبہ جامعہ نظامیہ کے زیرِ اہتمام عمل میں آئی تھی۔ پھراس کی دوبارہ طباعت واشاعت بھی طلبہ کے ہاتھوں آئی۔طبع اول کے دیباچہ میں مولانا ابوالخیر گنج نشیں کی کوششوں کا تذکرہ کیا گیا ہےاور ہم ان کے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔کہ انہوں نے اس کتاب کی دوبارہ طباعت میں بعض مفید اضافوں کی طرف رہنمائی کی تھی چنانچہ بعض جگہ نوٹ کے ذریعہ جہاں ضرورت سمجھی گئی حاشیہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔اشاعت کے مرحلہ کی خیرخوبی سے انجام دہی پر ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ورسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے شکر گذار ہیں۔ پھر ہمارے ممتاز شیوخ واساتذہ کے بیحد ممنون ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائی۔آخر میں یہ دعاہے کہ جس طرح شیخ الاسلام علیہ الرحمہ مقبول خاص وعام تھےاسی طرح یہ ان کی سوانح حیات بھی عام ہو۔فقط

طلبۂ فاضل سندی ۱۴۳۵ھ۔مطابق ۲۰۱۴ء جامعہ نظامیہ، حیدرآباد۔الہند۔

﴿حالات حضرت علامہ مفتی رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ﴾

حضرت مفتی محمد رکن الدین بن محمد قاسم (رحمۃ اللہ علیہ) نے حیدرآباد کے ایک معزز علمی گھرانے میں آنکھ کھولی اور اپنے قابل والدین کے زیر سایہ پرورش پائی۔ ابتدائی تعلیم کا مرحلہ شفیق والد اور مادر مہربان کے زیر نگرانی طئے ہوا۔ بعد ناظرہ خوانی، اردو نوشت و خواند جامعہ نظامیہ میں شریک ہوئے اور مشہور زمانہ ''درس نظامی'' کی تکمیل یہیں سے کی حضرت شیخ الاسلام علیہ الرحمہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ علوم اسلامی میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ میں عبارت فہمی بدرجہ اتم موجود تھی۔ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۰۴ء میں سند فضیلت حاصل فرمائی۔ اسی سال ایک واقعہ پیش آیا جس شب مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سند فضیلت حاصل کی اسی شب اپنے وقت کے بزرگ حضرت شرف الدین احمد رودولوی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم برآمد ہیں اور سندیں جو اس جلسہ میں فاضلین کو دی گئیں اپنی دستخط خاص سے مزین فرمانے کے لئے طلب فرما رہے ہیں چنانچہ منتظم صاحب ۸ سندیں لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

اس واقعہ کو حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنی تصنیف لطیف ''مقاصد الاسلام'' حصہ چہارم صفحہ ۸ پر تحریر فرمایا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام رحمتہ اللہ علیہ نے پہلے آپ کو مدرس مقرر فرمایا۔ ۱۳۲۸ھ میں جب دارالافتاء باضابطہ قائم کیا گیا تو یہ فخر بھی آپ کو حاصل ہوا کہ جامعہ کے سب سے پہلے مفتی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک اور گراں بہا ذمہ داری بھی آپ کو سونپی گئی یعنی آپ ناظم تعلیمات بھی مقرر ہوئے۔ دور نظامت میں آپ نے جامعہ کی علمی ترقی اور طلباء میں علمی استعداد بڑھانے کی حتی المقدور کوشش فرمائی آپ ایک کامیاب مدرس، مفتی و ناظم مدرسہ ثابت ہوئے اور آپ کی کوششوں کا شجر ثمر آور ہوا۔

کسی اہل دولت یا صاحب حکومت کا رعب آپ پر مسلط نہیں ہوتا تھا، یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو والیٔ دکن کے شہزادگان نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم وتربیت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ جامعہ نظامیہ کی ایک کراوائی کے سلسلہ میں اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع کے فرمان جمادی الاولی ۱۳۴۰ھ کا یہ حصہ قابل غور ہے کہ ''اس سے بڑھ کر ان (مولانا مفتی رکن الدین) کے اخلاق کی صداقت کیا ہوسکتی ہے وہ سرِ دست صاحبزادوں کی مدرسی پر مقرر ہیں ورنہ وہ اس خدمت کے اہل نہ سمجھے جاتے''۔ آپ کے فتاویٰ ملل مستند ومعتبر ہوتے جو بڑی عرق ریزی وتحقیق وتفحص کے بعد جاری کئے جاتے ہیں۔ جس کو فروغ اردو کے لئے قائم کئے ادارے مجلس اشاعت العلوم نے ''فتاویٰ نظامیہ'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع کیا ہے۔ حضرت علامہ مفتی عظیم الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی (سابق صدر مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ ومفتیٔ جامعہ نظامیہ) کی زیر نگرانی اور علامہ محمد ابوبکر الہاشمی رحمۃ اللہ علیہ (صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ) وحضرت مفکر اسلام علامہ مفتی خلیل احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی شیخ الجامعہ جامعہ نظامیہ کی خصوصی توجہ سے ۱۹۹۸ء میں ایک جلد میں شائع ہوئے۔ دوسری تصنیف آپ کے استاذ حضرت شیخ الاسلام امام محمد انوار اللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے چشم دید حالات وسوانح پر مشتمل ''مطلع الانوار'' بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں اعظم جاہ بہادر، معظم جاہ بہادر، مولانا سید محمود ابولوفا الافغانی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی سید محمود کان اللہ لہ رحمۃ اللہ علیہ (سابق خطیب مکہ مسجد)، مولانا رحیم الدین رحمۃ اللہ علیہ (مفتی صدارت العالیہ)، مولانا محمد اکبر علی رحمۃ اللہ علیہ (ایڈیٹر صحیفہ)، مولانا حکیم محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ)، مولانا مفتی حبیب عبداللہ المدیج رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شیخ صالح بن سالم باحطاب رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔ (مرقع انوار، ص ۴۸۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ایک جلیل القدر بزرگ کے سوانح حیات کا انتساب جو سلاطین آصفیہ کی تین پشتوں کا استاد رہ چکا ہے ایسے ہی عظیم المرتبت بادشاہ ذی جاہ سے موزوں تھا جو اس سلسلے کا سب سے نامور فرمانروا ہے۔

اس لئے

شیخ الاسلام مولانا الحافظ الحاج محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سوانح حیات (مطلع الانوار) کو مولانا کے ذیشان شاگرد تاجدار دکن **اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر آصفجاہ سابع** خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے نام نامی اسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے جس کی حضرت اقدس واعلیٰ نے بخلوص ارادت اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

منجانب اراکین انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ

ابوالخیر شاہ حسین کنج نشین (نظامیہ) معتمد انجمن

محمد وجیہ الدین مولوی کامل (نظامیہ) ناظم مجلس علمی۔

(سابقہ) عرض حال

ناظرین کرام! اگر کچھ مؤلف علیہ الرحمہ کے مقدمہ کے بعد پھر کسی عبارت آرائی کی حاجت نہیں تھی مگر مجلس علمی انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ نے جس کی کوششوں سے یہ کتاب آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے، یہ مناسب خیال کیا کہ اس طباعت واشاعت میں جو مشکلات پیش آئیں اور جن کی وجہ سے اشاعت میں تاخیر ہوئی ان کا مختصراً تذکرہ کر دیا جائے۔ اور یہ خدمت میرے ذمہ کی گئی۔ اس لئے یہ چند سطریں پیش کی جاتی ہیں۔

میرے والد ماجد مرحوم مولوی محمد رکن الدین صاحب نے مولانا کے وصال کے بعد ہی سوانح حیات لکھنے کے خیال سے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ چونکہ مولانا کے ابتدائی زمانہ کے متعلق مواد فراہم کرنا بہت مشکل تھا۔ اسی لئے تیاری مسودہ کے لئے تقریباً دو سال لگ گئے مسودہ تیار ہونے کے بعد حالات و واقعات کی صحت کا اطمینان کرنے کے لئے مختلف حضرات کے پاس روانہ فرمایا۔ بعض حضرات نے کچھ اصلاحیں بھی کیں۔ اس میں تقریباً دو تین سال لگ گئے۔ مبیضہ تیار تھا طباعت شروع ہونے کو تھی کہ کچھ مصائب نے اس کو ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا اور اس کے بعد کچھ ان کا اس طرح تانتا بندھا کہ والد مرحوم کی اپنی زندگی میں طبع کروانا نصیب ہی نہ ہوسکا۔

والد صاحب کے وصال کے بعد مسودہ میرے پاس آیا، مگر والد صاحب کے انتقال سے تو مجھ پر مصائب کا پہاڑ ہی ٹوٹ پڑا تھا۔ ضلع کی ملازمت، مالی مشکلات اور دیگر خانگی الجھنوں سے میں اس کی طباعت کا انتظام نہیں کرسکا۔ لوگ بے چینی سے اس کی اشاعت کے منتظر تھے۔ بارہا مجھ پر تقاضے ہوئے، مگر مجبوریاں پاؤں بڑھانے نہ دیتی تھیں، حتی کہ میرے فاضل دوست مولوی حکیم ابوالخیر شاہ حسین کنج نشین صاحب معتمد انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ نے فرمایا کہ ''اگر آپ طبع نہیں کرواتے ہیں تو انجمن کو دے دیجئے وہ طبع کروالے گی'' میں

بخوشی راضی ہوگیا یہ صاحب موصوف ہی کی انتھک کوششوں ہی کا ثمر ہے کہ آج یہ کتاب شائقین کی تشنگی شوق کو سیراب کررہی ہے۔

انجمن نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لیا مگر سوال وہاں بھی وہی سرمایہ کا تھا۔آخر نظریں اٹھتی اہل خیر ہی کی جانب وہ تمام حضرات دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔جنہوں نے مالی اور بدنی امداد سے انجمن کا ہاتھ بٹایا (بہ وجہ طوالت کے فہرست قلم انداز کردی گئی) اور کتاب کی طباعت میں اعانت فرمائی۔

یہاں ایک بات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب تیار ہوکر اتنا عرصہ گذرا کے اس وقت مذاق بالکل بدل گیا ہے۔اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کی ترتیب میں کچھ تھوڑا سا تغیر کیا جائے جو موجودہ مذاق کے موافق ہو۔خصوصاً مشغلہ علمی میں۔

طباعت کی غلطی ہندوستان میں ایک عام بات ہے اگر چہ کے اب استثنائی کی صورتیں بھی پیدا ہو چلی ہیں۔اس کا الزام کاتب یا سنگ ساز یا مطبع کو دینے سے بہتر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مصححین کو دیا جائے کیوں کہ اگر وہ تصحیح اچھی طرح کرتے تو غلطی کیسے ہوتی۔

انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ نے جو کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور جن اغراض و مقاصد کے تحت اس نے ایک مجلس علمی بنائی ہے اس سلسلہ کا یہ دوسرا کام ہے۔

اگر انجمن کا مالیہ اجازت دے تو انشاءاللہ مفید قوم و ملک کتابیں بھی شائع کی جائیں گی اور عنقریب ایک رسالہ شائع کیا جائے گا جس کا واحد مقصد قوم و ملک کی اصلاح ہوگا۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ جس طرح مولانا مقبول خاص و عام تھے اسی طرح یہ ان کی سوانح حیات بھی ہو۔آمین

۱۳۵۴ھ یکم ربیع المنور

محمد وجیہہ الدین

ناظم مجلس علمی انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ

﴿بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم﴾

الحمدللّٰہ رب العٰلمین والصلوة والسلام علیٰ رسولہ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الطیبین الطاھرین.

امابعد. یہ بندہ ضعیف المفتقر الی رحمۃ ارحم الراحمین محمد رکن الدین (رحمۃ اللہ علیہ) ناظرین کرام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کی شیخی واستاذی الشیخ الافضل والاستاذ الاکمل، قدوۃ العلماء الکرام وعمدۃ الفضلاء العظام، جامع شریعت و طریقت، شیخ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ محمد انوار اللہ نوراللہ مرقدہ المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ استاذ حضرت غفران مکاں علیہ الرحمۃ واعلیٰحضر ت ظل سبحانی مظفر الملک والمما لک نظام الملک نواب میر عثمان علی خان بہادر سلطان العلوم آصف جاہ سابع سریر آرائے سلطنت دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ واستاذ شہزادگان والاشان نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ ونواب معظم جاہ بہادر اَطَالَ اللّٰہُ عُمرَ ہُمَا صدرالصدور صوبجات دکن ومعین المہام سرکار عالی صیغہ امور مذہبی کی ذات ستودہ صفات حین حیات اہل زمن کیلئے عموماً اور اہل وطن کیلئے خصوصاً باعثِ فخر ومباہات تھی۔ خدائے پاک نے آپ کوحسب ونسب اور وجاہت ظاہری وباطنی میں ہرطرح سے ممتاز فرمایا تھا۔ اس امتیاز کے ساتھ آپ کے وجود باوجود سے ملک وملت کو جو فیوض وانوار حاصل ہوئے اس لحاظ سے آپ اسم بامسمّٰی تھے راقم الحروف نے ۱۳۰۸ھ سے سن وصال ۱۳۳۶ھ تک ۲۸ سال خدمت میں رہ کر آپ کے زہد وتقویٰ، دینداری، مجاہدۂ نفس اورعبادات مالی وبدنی کو بہ چشم خود دیکھا اور ہرامر کو شریعت بیضاء کے مطابق پایا۔ اسلئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی ہستی اس زمانہ میں بہ اعتبار اعمال کے برگزیدگان امت مرحومہ سابق اولیاء اللہ وعلماء باللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس ہستیوں کا نمونہ تھی اب جبکہ آپ کی ذات حمیدہ صفات عالم فنا سے عالم بقا کی طرف

رحلت فرما کر جوار رحمت میں جا گزیں ہے اور جو نمونہ وَ السَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ کا ہماری اصلاح کے لئے سامنے تھا نظروں سے غائب ہے اسلئے راقم نے مُتَوَکِّلًا عَلَی اللّٰہِ یہ قصد کیا کہ آپ کے برگزیدہ حالات ضبط تحریر میں لا کر قوم کے سامنے پیش کرے تا کہ یہ قلمی تمثال جو آپ کے وجود اصلی کا پرتو و مثال ہے ہماری زندگی کا دستورالعمل بنے اور آپ کی یاد کو تازہ رکھے۔ دعا ہے کہ خدائے عزوجل اسکو قبول فرمائے اور ہمیں اسکے موافق عمل کرنے کی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔

اعتذار

آخر میں یہ عرض ہے کہ راقم نے جمع احوال میں اپنے معلومات کے علاوہ مولانا کے عزیز و اقارب اور احباب سے بھی مدد لی ہے۔ اور ممکنہ سعی سے دریغ نہیں کیا۔ چونکہ خطا انسانی فطرت ہے اسلئے اگر اس میں کوئی فروگذاشت پائیں تو معذور سمجھ کر معاف فرمائیں اور جب کبھی موقع ملے راقم کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔

(مولانا مفتی) محمد رکن الدین عفی عنہ

سابق ناظم مدرسہ نظامیہ

لہ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی، درسیات کی تکمیل جامعہ نظامیہ سے ہوئی، بانیٔ جامعہ کے ارشد تلامذہ سے تھے اور آپ کے مرید و خلیفہ تھے، متورع اور متقی بزرگ تھے آخر وقت تک جامعہ نظامیہ کی خدمت کرتے رہے۔ انجمن طلبۂ قدیم کے صدر تھے۔ شہزادگان نواب اعظم جاہ و معظم جاہ کے استاذ تھے۔ ٦ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ کو انتقال ہوا۔

سوانح حیات

اسم گرامی محمد انوار اللہ، خان بہادر اور 'فضیلت جنگ' شاہی خطاب تھا۔

سلسلہ نسب یہ ہے۔محمد انوار اللہ بن ابو محمد شجاع الدین بن قاضی سراج الدین بن بدر الدین بن برہان الدین بن سراج الدین بن تاج الدین بن قاضی عبد الملک بن تاج الدین بن قاضی محمد کبیر الدین بن قاضی محمود بن قاضی کبیر بن قاضی محمود بن قاضی احمد بن قاضی محمد بن یوسف بن زین العابدین بن نور الدین بن شمس الدین بن شریف جہاں بن صدر جہاں بن اسحاق بن مسعود بن بدر الدین بن سلیمان بن شعیب بن احمد بن محمد بن یوسف بن شہاب الدین علی الملقب بہ فَرُّ خُ شاہ کابلی بن شیخ اسحاق بن شیخ مسعود بن عبد اللہ اصغر بن عبد اللہ اکبر بن ابو الفتح بن اسحٰق بن ابراہیم بن سیدنا ناصر بن سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

آپ کے نانا محمد سعد اللہ صاحب بھی جدی سلسلہ میں آ ملتے ہیں۔قاضی محمد سعد اللہ بن قاضی عزیز اللہ بن قاضی عبد القادر بن قاضی مراد بن قاضی علی بن قاضی محمود بن قاضی محمد کبیر الدین (جو مولانا کے نویں پشت کے جد ہیں)

خاندانی حالات

آپکے جد اعلیٰ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ کابل کے بڑے امراء میں سے تھے۔ہندوستان آ کر آباد ہوئے۔خواجہ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ان ہی کی اولاد میں ہیں۔مولانا کی چھٹی پشت میں قاضی تاج الدین اس پایہ کے عالم گذرے ہیں کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر خلد مکاں نے ذریعہ فرمان مصدرہ ۱۴ محرم ۴۸ھ جلوس قندھار (دکن) کے

عہدہ قضاء پر ممتاز فرمایا۔ قاضی صاحب موصوف نے اسی تعلق سے قندھار کو اپنا وطن بنالیا تھا۔

آپ کے بعد آپ کے پوتے مولوی قاضی محمد برہان الدین ذریعہ فرمان نواب میر نظام علی خان غفران مآب مزینہ ۲۷ شعبان ۱۱۸۶ھ قندھار کے عہدے قضاء پر مامور ہوئے بعد ازاں مولوی قاضی برہان الدین کے پوتے مولوی قاضی محمد سراج الدین بموجب سند نواب صاحب ممدوح محررہ ۱۵ محرم ۱۲۰۹ھ اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے پچھلے زمانے میں قاضی زمانہ حال کے ناظم عدالت کا ہم پایہ تھا اور تمام مقدمات وہی فیصل کرتا۔ اسلئے عہدہ قضاء پر ایسے ہی لوگ معمور کئے جو علم و فضل اور زہد و تقوے میں مشہور انام ہوتے تھے۔ اب قاضی صرف قاری النکاح یا سیاہہ نویس سمجھا جاتا ہے۔

والد ماجد

مولانا کے والد ماجد قاضی ابو محمد شجاع الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب بڑے پایہ کے عالم گذرے ہیں ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن قندھار کے مشہور عالم غلام جیلانی صاحب سے پائی۔ اسکے بعد حیدرآباد تشریف لائے قرآن حفظ کیا تجوید سے فارغ ہوکر مولوی کرامت علی صاحب (شاگرد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) سے دینیات کی تکمیل کی علوم ظاہری کے علاوہ آپ علوم باطن سے بھی فیضیاب تھے۔ ابتداءً سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ میں اپنے نانا مولانا شاہ محمد رفیع الدین قندھاری رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ حضرت شاہ رحمت اللہ صاحب نائب رسول اللہ رحمۃ اللہ علیہ) جو بارہویں صدی ہجری میں بڑی جلالت وشان کے عالم گذرے ہیں اور اپنی متعدد تصانیف کے باعث گروہ صوفیاء میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بیعت کی اور خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اور پھر حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی نزیل حیدآباد سے طریقہ چشتیہ میں

بیعت کی حضرت حافظ صاحب کی آپ پر خاص نظر تھی اسلئے حلقہ ءدرس میں آپ ہی مثنوی شریف سنایا کرتے تھے حضرت شاہ سعد اللہ صاحب خلیفہ مولانا شاہ غلام علی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پیر صحبت تھے غرض جب آپنے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کر کے شہرت پائی تو نواب سراج الملک بہادر مداء المہام وقت نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور ۱۲۶۳ھ میں منصفی دھارور پر تقرر فرمایا۔ آپ نے ۱۴ سال تک دھارور، راجورہ اور بیڑ پر مفوضہ خدمت نہایت قابلیت اور نیک نامی سے انجام دی۔ ۱۲۷۷ھ میں نواب سر سالار جنگ اول نے آپ کو نزمل کے صدر منصف کے عہدہ جلیلہ پر ممتاز فرمایا جو اُس زمانہ میں ایک اعلیٰ عہدہ سمجھا جاتا تھا ۱۲۸۱ھ میں جب آپ کا تبادلہ اورنگ آباد پر ہوا تو آپ نے بوجہ کبرسنی وخرابیِ صحت خدمت سے سبکدوشی چاہی اس طرح آپ ۱۲۸۱ھ میں وظیفہ ءحسن خدمت حاصل کر کے حیدر آباد تشریف لائے اور ۱۲۸۸ھ میں بعارضہ ضیق النفس رِحلت فرمائی آپ مولانا شاہ شجاع الدین صاحب برہان پوری کے مقبرہ میں مدفون ہیں۔

عبداللہ حسین صاحب افسؔر نے تاریخ وفات کہی ہے

گفت تاریخ رحلتش افسؔر رحمتِ رب بہ روح اطہر باد

اولاد

آپ کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی حضرت سانگڑے سلطان مشکل آسان قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین صاحب کی صاحبزادی، دوسری محمد سعد اللہ صاحب قاضی کلمنوری کی صاحبزادی جن کے بطن سے دو صاحبزادے تھے ایک مولانا انوار اللہ خان صاحب اور دوسرے مولوی محمد امیر اللہ صاحب۔

پیدائش

مولانا محمد انوار اللہ رحمۃ اللہ علیہ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام ناندیڑ (مہاراشٹرا) میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ مرحومہ ولادت سے پہلے کا ایک واقعہ بیان فرمائی ہیں کہ جب شادی کے بعد ایک عرصہ تک مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو میں نے یتیم شاہ صاحب[۱] نامی ایک مجذوب کی خدمت میں کچھ میوہ بھیج کر دریافت کروایا کہ آیا مجھے اولاد ہوگی یا نہیں ۔شاہ صاحب نے کہلا بھیجا کہ ''لڑکا ہوگا اور وہ عالم وفاضل ہوگا۔''اس کے بعد جب آثار حمل دکھائی دیئے تو میں نے خواب میں حضرت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلاوت کلام مجید فرماتے ہوئے دیکھا۔

ابتدائی تعلیم

مولانا کے والد ماجد نے معمولی تعلیم کے بعد سات (۷) سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کے لئے آپ کو حافظ امجد علی صاحب نابینا کے تفویض کیا آپ نے گیارہ سال کی عمر میں حفظ کلام پاک سے فراغت حاصل کر کے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی ۔ فقہ کی کچھ کتابیں مولوی فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے بھی پڑھی ہیں۔مولانا عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی (صدر دارالعلوم) اور مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی (علیہما الرحمہ) سے فقہ اور معقول کی تکمیل کی۔فن تفسیر شیخ عبداللہ یمنی (نزیل حیدرآباد) سے حاصل کیا اور حدیث کی سند بھی ان ہی بزرگ سے لی۔

[۱] ان کا نام شمس الدین ہے اور عرفیت یتیم شاہ ہے ان کا مزار چوک ناندیڑ میں ہے۔

شوق علم

مولانا کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ باوجود مولوی عبدالحئی صاحب کی جائے قیام دور ہونے کے بلاناغہ تشریف لے جاتے۔ گو موسلا دھار بارش یا اور کوئی عارض ہی کیوں نہ ہو بعض اوقات وہاں پہونچتے اور آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کے ہم درس مولوی وحید الزماں المخاطب بہ وقار نواز جنگ نہیں آئے ہیں تو آپ ان کے مکان پر جاتے اور ساتھ لاکر تشنگی علم کو بجھاتے۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی عبدالحئی صاحب آپ کے شوق کی قدر فرماتے اور باوجود کثرت مشاغل کے کبھی ناکام نہ لوٹاتے۔ آپ نے ایک رسالہ ''حل المغلق فی بحث المجہول المطلق'' میں مولانا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

''الفتہا حین قراءۃ الذکی المتوقد المولوی الحافظ محمد انوار اللہ بن المولوی شجاع الدین الحیدرآبادی''[۱]

طریقہ تعلیم

مولانا اپنے واقعات طالب علمی کے ضمن میں فرماتے تھے ''ہم کوشش کرتے تھے کہ مضمون کسی صورت سے مطالعہ میں حل ہو جائے طریقہ یہ تھا کہ پہلے عبارت و ترجمہ کی جانب توجہ کی جاتی تھی جو نئے الفاظ آتے تھے ان کو لغت کی مدد سے حل کیا جاتا۔ پھر مطلب کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی اگر ایک دفعہ مضمون حل نہ ہوتا تو دوبارہ سہ بارہ سعی کی جاتی۔ اگر کوئی اتنا ہی مشکل مضمون ہوتا جو سعی پیہم کے باوجود سمجھ میں نہ آتا تو دل میں ایک خلش رہتی جب استاذ کے سامنے سبق شروع ہوتا تو بجز چند شبہات کے جو مطالعہ میں حل نہ ہو سکے ہوں

[۱] ترجمہ۔ میں نے یہ رسالہ اس وقت تالیف کیا جبکہ زیرک وفہیم، روشن دل و دماغ مولوی حافظ محمد انوار اللہ بن مولوی محمد شجاع الدین حیدرآبادی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔

اور کوئی بات دریافت طلب نہ رہتی یہی وجہ تھی کہ روزانہ کئی کئی صفحہ درس ہوتا تھا۔'' آپ فرمایا کرتے تھے کہ اُس وقت استاذ کی قدر ومنزلت معلوم ہوتی تھی کہ جو مضمون گھنٹوں میں حل نہ ہوسکا تھا۔ استاذ نے ذراسی دیر میں حل کردیا۔ اور فرط مسرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہیں سے بیش قیمت خزانہ مل گیا۔

تعلیم سلوک

مولانا نے سلوک کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ اور تمام سلاسل میں بیعت کرکے خلافت حاصل کی۔ سفر حجاز میں آپ نے پھر تجدید بیعت کی۔

ازدواج ملازمت استعفاء

آپ کا عقد ۱۲۸۲ھ میں مولوی حاجی محمد امیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ محتسب بنولہ کی صاحبزادی سے ہوا اور ۱۲۸۵ھ میں محکمۂ مالگزاری میں ''خلاصہ نویسی'' کی خدمت پر مامور ہوئے اس خدمت کو تقریباً ڈیڑھ سال انجام دینے کے بعد ۱۲۸۷ھ میں مستعفی ہوگئے۔ استعفاء کا واقعہ بھی عجیب ہے ملازمت سرکاری کو جو آج عزت ومسرت کا واحد ذریعہ سمجھی جاتی ہے مولانا نے محض اس بات پر چھوڑ دیا کہ ایک سودی لین دین کی مثل کا خلاصہ لکھنا پڑتا تھا۔ گو آپ کی دیانت وکارگزاری کی وجہ سے افسر بالا نے استعفیٰ قبول کرنے میں تامل کیا۔ اور وعدہ کیا کہ آئندہ سے ایسا کام آپ کے تفویض نہیں کیا جائے گا مگر آپ یہ کہہ کرکے ''جب تک آپ ہیں یہ رعایت کریں گے دوسرے سے اتنی توقع نہیں ہے اسکے علاوہ جب ملازمت ہی ٹھہری تو حاکم جو کہے ماننا پڑے گا۔ خدمت سے کنارہ کش ہوگئے اس وقت آپ متاہل اور صاحب اولاد تھے جب تک والد صاحب زندہ رہے ترک ملازمت کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ تقریباً ایک سال کے بعد سایہ پدری سر سے اٹھ گیا۔ اور اسکی جگہ

مصائب و آلام نے لی اور سب ملنے جلنے والے آپ کو ترک ملازمت پر ملامت کرنے لگے مگر آپ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَ جًاوَّ یَرْ زُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ پر نظر رکھے ہوئے ا شغل درس و تدریس میں منہمک ہو گئے ۔ یہ زمانہ تھا ابتلاء کا جس میں آپ کا قدم پایۂ صبر و استقلال سے ہٹنے نہ پایا اور بمصداق اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً کے وہ مرتبہء عظیم حاصل ہوا جس سے اچھی طرح تلافی مافات ہوگئی۔

مدرسہ نظامیہ کا سنگ بنیاد

مولانا کے رفقاء میں غلام قادر مہاجر مدنی پہلے شخص ہیں جن کے دل میں آپ کے شغف علمی کو دیکھ کر ایک خالص مذہبی درسگاہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا اسکے بعد مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلیٰ مددگار ناظم پٹہ نے اس بارے میں اپنے دوست احباب سے مشورہ کیا باہم طے پایا کہ ایک مجلس عام منعقد کر کے اس میں اس درسگاہ کے افتتاح کا مسئلہ پیش کیا جائے اس سے یہ مقصود تھا کہ مولانا کا فیضان تدریس عام ہو اور ایک عرصہ تک باضابطہ حیثیت سے جاری رہے۔ چنانچہ روز دو شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ م ۹/ اسفندار ۱۲۸۵ف کو مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلیٰ کے مکان میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں یہ تحریک پیش کی گئی کہ ’’حیدر آباد جیسی اسلامی ریاست میں ایک ایسی مذہبی درسگاہ کی شدید

۱؎ ترجمہ۔ اور جو (خوش بخت) ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے بنا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے نجات کا راستہ۔ اور اسے (وہاں سے) رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (پ ۲۸، سورۂ طلاق آیت ۲، ۳)

۲؎ ترجمہ۔ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (پ ۳۰، سورۂ انشراح آیت، ٦)

۳؎ یہ ۹ ذی القعدہ ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے احمد پور بیدر کے رہنے والے تھے نسباً صدیقی ہیں حضرت بانیٔ جامعہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے ان کا کلام ''دیوانِ معلیٰ'' کے نام سے شائع ہوا ہے ۲۶ شوال ۱۳۲۶ھ میں وفات پائے۔ضرورت ہے جو دینیات کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرے۔ مذہب کی طرف سے آج کل جو بے اعتنائی برتی جارہی ہے اگر چند ے یہی حال رہا تو اندیشہ ہے کہ کہیں ملک مذہب سے بے گانہ ہوجائے'' بہ اتفاق آراء یہ تحریک منظور ہوئی۔اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے خیال ظاہر کیا کہ مولوی انواراللہ صاحب سے بہتر ہماری جماعت میں کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جو اس مدرسہ کی صدارت کو انجام دے سکے اس طرح مولانا اس مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔ یہ وہی مدرسہ ہے جو مدرسہ نظامیہ کے نام سے نہ صرف ہندو دکن بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں لازوال شہرت رکھتا ہے۔اور شائقین علم کو اقطاعِ عالم سے کشاں کشاں حیدرآباد لاتا ہے۔(اس کا تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا)

متوکلانہ زندگی

ترک ملازمت کے بعد کئی سال تک آپ متوکلانہ زندگی بسر فرماتے رہے۔ مدرسہ نظامیہ کے قائم ہونے کے بعد بھی آپ کو وہاں سے کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی اس کے مصارف خود قومی چندے سے چلتے تھے۔ مدرسین کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ آپ کے مکان میں بھجوادیا جاتا تھا اسی اثناء میں آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کا خیال ہوا۔

حرمین شریفین کا پہلا سفر

چنانچہ ۱۲۹۴ھ میں آپ نے سفر حجاز کا ارادہ فرمایا اور اعزہ واحباب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ[1] کہتے ہوئے چل کھڑے ہوئے۔

[1] ترجمہ، میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔

حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

اسی سفر میں آپ نے شیخ الوقت فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت حافظ حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر مکی (رحمۃ اللہ علیہ) سے جو بلادِ عرب میں بڑے زبردست روحانی مقتداء تسلیم کئے جاتے تھے۔ تمام سلاسل میں مکرر بیعت کر کے منازل سلوک کی تکمیل کی اور بعد بھی جب کبھی مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تو فیض صحبت سے مستفید ہوتے تھے اور حضرت محترم نے آپ کے کمالات کو ملاحظہ فرما کر، بلا طلب خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور دکن کے مریدوں کو تکمیلِ سلوک وحل مشکلات میں مولانا سے مدد لینے کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد مولانا نے اپنے متفق الخیال احباب کے ساتھ حرم کعبہ میں عہد کیا کہ ہر پانچ سال کے بعد یہاں حاضر ہوا کروں گا۔

معاشی مصائب مشغلۂ علمی

سفر سے واپس آنے کے بعد معاشی آلام کا وہی ہجوم رہا مگر آپ نہایت جرأت واستقلال سے مردانہ واران کا مقابلہ فرماتے رہے اور اپنے علمی مشغلہ درس وتدریس میں فرق آنے نہیں دیا۔ آخر یہ اِبتلاء کا زمانہ ختم ہوا۔

ا آپ کے والد کا نام حافظ محمد امین ہے جو اپنے وقت کے عالم باعمل تھے آپ دوشنبہ کے دن ۲۲ رصفر المظفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء "نانوتہ" میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب (۲۵) واسطوں سے حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کا نام امداد حسن وظفر احمد تھا لیکن حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی نے امداد اللہ تجویز فرمایا اور یہی نام زبان زد ہو گیا۔ یہ عاشق رسول تھے قدرت نے ان کی ذات میں فضل وکمال اور جامعیت کے تمام اوصاف جمع کر دئے تھے، ہند کے بہت سے علماء ومشائخ آپ کے دست مبارک پر بیعت کئے ان میں

دکن سے حضرت بانیٔ جامعہ نظامیہ اور حضرت چندہ شاہ صاحب بدری شامل ہیں۔ ۱۳؍ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۷ھ فجر کی اذان کے وقت مکہ معظّمہ میں انتقال فرمائے۔ جنت المعلیٰ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔

حضرت غفران مکان کی تعلیم پر تقرر

۱۲۹۵ھ م ۱۲۸۷ فصلی حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ سادس کی تعلیم کیلئے مقرر کئے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ مولوی محمد زماں خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت غفران مکان کے استاذ اور ایک مشہور عالم تھے۔ (جن کے علمی شغف کو یاد دلانے کے لئے اب بھی مدرسہ محبوبیہ حیدر آباد میں موجود ہے)

مولوی زماں خان صاحب کی شہادت

بتاریخ ۶ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ روز شنبہ شہید ہوئے آپ کی شہادت کے بعد بھائی مولوی مسیح الزماں خان صاحب حضرت غفران کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے تھے لیکن مولوی صاحب ممدوح کے ذمہ تعلیم کے علاوہ دیگر امور سلطنت بھی تفویض تھے جس کے سبب مولوی صاحب موصوف نے محسوس کیا کہ تعلیم کا کام بوجہ کثرت مشاغِل انجام نہیں پا سکتا اس لئے نائب الرئیس نواب رشید الدین خان صاحب اور نواب سر سالار جنگ اول سے استمزاج کر کے حضرت غفران مکاں کی تعلیم کے لئے

[1] غفران مکاں سے مراد نواب میر محبوب علی خان آصف جاہ سادس ہیں۔ مدرسہ کی بنیادی توجہ حکمران آصف جاہ سادس کے عہد میں ہوئی جو حضرت بانیٔ جامعہ کے تلمیذ خاص تھے انہوں نے ذریعہ فرمان ۸؍ رمضان ۱۳۱۸ھ م ۳۱ ڈسمبر ۱۹۰۰ء ان الفاظ میں جامعہ کی سرپرستی قبول فرمائی کہ۔ "مدرسہ نظامیہ میرے ملک کا ایک غیر سرکاری دینی تعلیمی ادارہ ہے۔ جس

کوحضرت مولوی حافظ محمد انوار اللہ خاں نے قائم کیا ہے اور مجھ سے کئی مرتبہ یہی فرمایا کہ اس مدرسہ میں صرف درس نظامی کی تعلیم ہوتی رہے کسی اور زبان کی تعلیم نہیں ہوگی۔ میں نے بھی اس سے اتفاق کیا اور اب میں اس مدرسہ کا سرپرست ہوگیا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب ہی اس مدرسہ کے صدر رہیں گے"۔ (از۔جریدہ اعلامیہ جلد ۴۹ ۲؍ ۱۳۲۷ف ۱۹۱۸ء)۔

مولانا انوار اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سید اشرف حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہسرامی کا انتخاب کیا اور دربار سے اسکی منظوری حاصل کرلی۔ یہ سب کچھ ہوا مگر نہ تو مولانا کو اسکی خبر ہونے پائی اور نہ آپ کی مرضی دریافت کی گئی بعد منظوری جب آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں قومی خدمت کو ترک کرکے اسکو قبول نہیں کرسکتا جس پر مولوی مسیح الزماں خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں اس اطمینان پر کہ آپ قبول کرلینگے دربار سے منظوری حاصل کرلی ہے اگر آپ انکار کریں گے تو مجھے خفیف ہونا پڑے گا۔ بالآخر مولوی صاحب موصوف اور مولوی معلیٰ صاحب کے بے حد اصرار پر آپ نے فرمایا کہ میں جب تک استخارہ نہ کرلوں کوئی قطعی جواب نہیں دے سکتا۔

استخارہ

استخارہ کرنے پر آپ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ کاغذ لئے ہوئے دربار میں جارہے ہیں اسکو اجازت سمجھ کر رضا مندی ظاہر کی اس طرح حضرت غفران مکاں کی تعلیم آپ کے تفویض کی گئی ،جس کا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا اس کے صلہ میں آپ کو چارسو روپیہ ماہوار خزانہءصرفِ خاص سے تاحیات ملتے رہے مگر اس خدمت کے بعد بھی آپ نے قومی خدمت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا بلکہ درس وتدریس اور تالیف وتصنیف کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

خطاب ''خان بہادر'' ومنصب یک ہزاری

حضرت غفران مکاں مولانا کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا پر بہت مہربان تھے چنانچہ جشن تخت نشینی کے موقع پر ۱۳۰۱ھ میں ''خان بہادر'' کا خطاب اور منصب یک ہزاری عطا فرمایا۔

دوسرا سفر حجاز

مولانا نے حرم کعبہ میں جو عہد کیا تھا اس کی پابندی میں ۱۳۰۱ھ میں پھر حج کا عزم فرمایا بعد فراغِ حج جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو دیارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت نے وطن کی یاد بھلادی۔

دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اور آپ قافلے سے جدا ہو گئے رفیق سفر معلیٰ صاحب کا بیان ہے کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں مولانا کے قیام گاہ پر حاضر ہوا وہاں نہ پاکر آپ کو تلاش کرتا ہوا نکلا اور دیکھا کہ آپ قبہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام میں مراقب ہیں۔ پاس جا کر عرض کیا کہ قافلہ جارہا ہے جلد تشریف لے چلیئے۔ جواب میں فرمایا کہ اس وقت مجھے آستانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مفارقت گوارا نہیں ہے آپ جایئے میں نہیں چل سکتا۔ مگر میں نے ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کیا' آخر بڑے اصرار پر اٹھے اس عرصہ میں قافلہ نکل چکا تھا قافلہ کو ملانے کے لئے دوسری تیز رفتار سواری لے کر روانہ ہوئے اور پانچ کوس کے فاصلہ پر قافلہ سے جا ملے۔

انتقال اہلیہ

۲۶ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ میں مولانا کی اہلیہ محترمہ نے حیدرآباد دکن میں انتقال کیا جس کے بعد آپ نے پھر کوئی عقد نہیں کیا اور تمام عمر عالمِ تجرد ہی میں بسر فرمایا۔

تیسرا سفرِ حجاز

۱۳۰۵ھ میں پھر آپ نے حجاز مقدس کا ارادہ فرمایا اور مصر ہوتے ہوئے براہ ینبوع مدینہ مطہرہ پہونچ کر بیت الرفاعی زقاق البذور میں جو حرم پاک سے متصل ہے سکونت اختیار کی اور تین سال تک مقیم رہے۔ معمول تھا کہ صرف حوائج ضروری کے لیے فرودگاہ کو آتے ورنہ بقیہ وقت حرم محترم یا کتب خانوں میں صرف فرماتے تھے یہاں بھی آپ کا سلسلہ تصنیف و تالیف منقطع نہیں ہوا کتاب ''انوار احمدی'' اسی زمانہ کی تصنیف ہے جس کا ہر ہر لفظ حبِّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صدا دیتا ہے۔ اس سہ سالہ قیام میں مولانا نے جو کام کیا ہے وہ آپ کے بہترین کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے حرم نبوی کے کتب خانوں میں ''کتب خانہ شیخ الاسلام اور محمودیہ'' بلحاظ اپنے علمی نادرات کے ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔

علمی نوادر کی نقل

آپ نے وہاں سے کئی قلمی نوادر ہزاروں روپئے ذاتی صرف کر کے نقل کروائے جن میں سے کنز العمال (حدیث کی نہایت صحیح و جامع کتاب ۹ جلدوں میں) جامع مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ جوہر النقی علیٰ سنن البیہقی اور احادیث قدسیہ کو مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ نے طبع کیا۔

چونکہ آپ کو زمانہ قیام مدینہ منورہ میں تنخواہ وہیں ملتی تھی اور آپ وہاں کے لوگوں سے سلوک کرنے کو پسند فرماتے اور ممکنہ مدد سے دریغ نہ کرتے تھے اسلئے اہلِ مدینہ آپ کے قیام کو بسا غنیمت سمجھتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا قیام یہاں زیادہ سے زیادہ ہو۔

ہمشیرہ کا انتقال

قانون قدرت ہے کہ جس آدمی سے جس قدر اہم کام لیا جاتا ہے اس کو اسی قدر زیادہ مصائب و آلام میں مبتلا کیا جاتا ہے تا کہ صبر و استقلال کا امتحان اچھی طرح ہو جائے مولانا اس قانون سے کس طرح مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔ اوائل میں تو فکر معاش میں مبتلا رہے۔ جب اس سے نجات ملی تو دوسرے مصائب و آلام نے آ گھیرا۔ چنانچہ قیام مدینہ طیبہ کے زمانہ میں آپ کی ہمشیرہ صاحبہ چند روز کی علالت کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئیں پھر کچھ عرصہ بعد آپ بھی بخار سے علیل ہوئے اور حالت روز بروز سقیم ہوتی گئی ایسی نازک حالت میں آپ کے اکلوتے فرزند عبدالقدوس بھی جنکی عمر گیارہ برس کی تھی بخار میں مبتلا ہو گئے۔ تیمارداروں نے اپنی سہولت کیلئے دونوں مریضوں کو یکجا کر دیا۔ ادھر آپ فریش اور بار بار بیہوش ہوتے تھے۔ ادھر نو عمر صاحبزادے کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی۔

فرزند کا انتقال

آخر انہوں نے ۶ شوال ۱۳۰۷ھ کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی حالت خود نازک تھی اس پر یہ سانحہ، جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر اللہ رے استقلال خبر موت سن کر آپ نے اُف تک نہ کیا صرف اس قدر فرمایا کہ مجھے جنازہ پر لے چلو لوگوں کو تامل ہوا۔ مگر اسرار پر بمشکل تمام لے گئے آپ نے میت کے کان میں فرمایا میرے پیارے بچے حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب میں ہمارا سلام عرض کرنا۔ واپس آئے اور بے ہوش ہوگئے۔ جب ہمراہیوں نے دیکھا کہ آپ کی حالت دن بدن سقیم ہورہی ہے کوشش شروع کی کہ کسی طرح آپ کو وطن لے چلیں۔

مراجعت وطن

ممکن ہے تبدیل مقام سے صحت بھی درست ہو اور غم بھی فراموش ہو جائے مگر آپ نے ایسی حالت میں بھی دیار حبیب صلی اللہ علیہ والہ سلم کے چھوڑنے کو پسند نہیں کیا جب مولوی قاضی محمد شریف الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار شروع کیا تو ٹالنے کے لئے فرمایا کہ ”پہلے اہل بلدہ سے مشورہ لیا جائے اگر وہ جانے کی اجازت دیں تو چلوں گا ورنہ نہیں۔“ اب مولوی صاحب موصوف نے اہل مدینہ سے مل کر یہ کوشش کی کہ وہ آپ کو وطن جانے کی رائے دیں۔ چنانچہ علماء ومشائخین نے آکر کہا کے آپ کا وطن جانا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ آپ کی ذات سے وہاں ترویجِ علوم دینیہ کی امید وابستہ ہے اور آپ کا وہاں تشریف لے جانا باعثِ فلاح ملک وملت ہے۔ جب مولانا نے غور کیا کہ یہ لوگ کسی طرح پیچھا چھوڑنے نظر نہیں آتے تو ایک اور عذر پیش کیا کہ میں پہلے استخارہ کروں گا میرا چلنا اجازت پر منحصر ہے چنانچہ استخارہ کیا اسی رات عالم رؤیا میں دیکھا کہ ایک لڑکا کتاب کھولے بیٹھا ہے اور آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اسکو پڑھاؤ۔ تعبیر اچھی تھی مجبوراً چلنے پر راضی ہوئے۔ مگر فرمایا کہ میری صحت سفر کی اجازت نہیں دیتی جب تک تخت رواں کا انتظام نہ ہو میں نہیں چل سکتا۔ مولوی قاضی شریف الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا بھی انتظام کر دیا۔ اب تو کوئی عذر نہ تھا۔ چونکہ موسم حج تھا اسلئے کعبۃ اللہ پہونچے حج سے فارغ ہوکر محرم ۱۳۰۸ھ میں فائز بلدہ ہوئے۔

حضور آصف جاہ سابع کی تعلیم پر تقرر

اس سفر سے واپسی کے بعد ہی حضرت غفران مکاں نے مولانا کو اپنے فرزند عالیشان نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا جس کا سلسلہ تاریخ تخت نشینی ۷ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ تک جاری رہا۔ اعلیٰ حضرت بندگان عالی کا شوق علم اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وفورِ محبت زیادہ تر مولانا ہی کے فیضِ تعلیم کا اثر ہے۔

زیارت مقامات مقدسہ

مولانا کو خیال ہوا کہ آپ کے سلاسل بیعت میں جس قدر اکابر دین ہیں ان کے مزاروں پر کم از کم ایک بار حاضر ہو کر فیض حاصل کریں۔ اس خیال کی تکمیل کے لئے آپ نے ۱۳۱۴ھ میں بغداد شریف کا قصد فرمایا۔ اس سفر میں بھی احباب کا اچھا خاصہ مجمع ساتھ تھا۔ بغداد شریف میں آپ پیر ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے جس روز آپ وہاں پہونچے ہیں اس روز پیر صاحب نے خانساماں سے حیدرآبادی کھانا پکوانے کی فرمائش کی تھی جسکے سبب آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''غالباً حضرت پیران پیر کو آپ کی ضیافت منظور تھی اس لئے میرے دل میں حیدرآبادی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی'' اس سفر میں آپ کے علاوہ بغداد شریف کے بصرہ کاظمین کربلائے معلیٰ نجف اشرف وغیرہ کی بھی زیارت فرمائی واپس آنے کے بعد ہندوستان کی مشہور زیارت گاہوں پر بھی حاضر ہوئے۔

صدارت اورنظامت امور مذہبی پر تقرر

اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہ کے سریرارائے سلطنت ہونے کے بعد ختم تعلیم کی وجہ سے مولانا کے ذمہ کوئی کام نہ تھا اس لئے آپ نے اپنی پوری توجہ علمی مشغلہ ٔ تدریس اور تالیف وتصنیف کی جانب منعطف کر دی۔ بعد ازاں اعلیحضرت بندگان عالی نے بہ نظر قدردانی ناظم امور مذہبی وصدر الصدور صوبجات دکن کے عہدہ ہائے جلیلہ کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا۔ مولانا نے بارگاہ شاہی میں عرض کیا کہ ”جہاں پناہ سرکاری ملازمت کے لئے انتہائی عمر پچپن سال مقرر ہے اور میں پچپن سال سے متجاوز ہوں“ ارشاد ہوا ”کہ اس وقت ملک میں ان خدمات کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے“ پس بر بناء حکم جہاں پناہی آپ نے ۱۲ تیر ۱۳۲۱ف کو ان خدمات کا جائزہ حاصل کر کے کام کرنا شروع کیا۔ اور مفوضہ کام کو اس خوبی سے انجام دیا کہ جب نواب مظفر جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی نے انتقال کیا تو جہاں پناہ ظل اللہ نے اس قابلیت کے مد نظر جو آپ نے ادائی فرائض میں صرف کی تھی مولانا کو،

وزارت امور مذہبی

بتاریخ ۹ خورداد ۱۳۲۳ف وزارت مذہبی کے عہدۂ جلیلہ سے ممتاز فرمایا جس پر مولانا دم آخر تک فائز رہے ان تمام برکات کی تفصیل جو آپ نے اس خدمت کے ذریعے ملک وقوم کو پہونچائے ہیں آئندہ صفحات سے واضح ہوگی‘ نواب سالار جنگ ثانی مدار المہام وقت کو مولانا پر بہت اعتماد تھا وہ صیغہ ٔ مذہبی کے علاوہ دوسرے امور سلطنت میں بھی آپ کی رائے پر عمل کرتے اور کونسل میں بھی آپ کے مشورے بڑی وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔

شہزادگان والاشان کی تعلیم پر تقرر

حضرت جہاں پناہ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو دونوں شہزادگان والا شان نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ اور نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم آپ کے تفویض فرمائی جس کا سلسلہ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ تک رہا۔ اور آپ کی علالت کی وجہ سے منقطع ہوگیا۔

خطاب

اس سال اعلیٰحضرت نے بتقریب جشن سالگرہ خطاب ''فضیلت جنگ'' سے سرفراز فرمایا۔

شوق شہادت

۱۳۳۵ھ میں حیدرآباد میں مرض طاعون شائع ہوا تو اعلیٰحضرت نے اپنے ساتھ ورنگل چلنے کا حکم بھیجا' آپ نے فرمایا کہ ایک موقع شہادت ہاتھ آیا تھا افسوس کہ وہ بھی جارہا ہے (یہ قول بر بنائے حدیث اَلطَّاعُوْنُ لِکُلِّ مُسْلِمٍ شَہَادَۃٌ) تھا مگر آپ نے ''وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کے مطابق ورنگل تشریف لے گئے۔

سفر ورنگل

ادھر ماہ ربیع الاول شروع ہوا اُدھر جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شرکت کے لئے آپ کا دل بے چین ہوا آخر ۱۰ ربیع الاول کو حضرت جہاں پناہ سے اجازت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور ۱۲ ربیع الاول کو مکہ مسجد کے جلسہ میلاد میں شرکت فرمائی۔

سلسلۂ علالت

حسب عادت مکان پر نیاز شریف کر کے واپس تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں آپ کے سیلون کا دروازہ جو اتفاقاً کھلا رہ گیا تھا ٹرین کی تیز رفتاری میں تار کے کھنبے سے ٹکرا گیا اس سے آپ کو ایسا جھٹکا لگا کہ کمر میں درد شروع ہوگیا۔ ورنگل پہونچنے کے بعد حکم جہاں پناہی سے ایک مسجد کا معائنہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے جسکی وجہ سے مقامی ہندو و مسلمانوں میں کچھ فساد ہوگیا تھا۔ واپس آنے کے بعد درد میں اور اضافہ ہوگیا اطباء نے بہت کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ متلی اور قئے کا اضافہ ہوگیا جب اعلیٰحضرت بمبئی تشریف لے جانے لگے تو آپ نے اجازت حاصل کر کے حیدرآباد تشریف لائے اور تین ماہ کی علالت کے بعد کچھ کچھ افاقہ ہوا جس کی وجہ سے بغرض تبدیل آب و ہوا وقار آباد تشریف

۱، ترجمہ۔ طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔ (مسند ابی داؤد الطیالسی، باب الافراد عن انس)

۲، ترجمہ۔ اور اطاعت کرو حاکموں کی جو تم میں سے ہو۔ سورۂ نسآء، آیت ۵۹۔

لے گئے اور سرکاری کام اسی حالت میں انجام دیتے رہے۔ ایک تو کبرسنی دوسرے نفل روزوں کی کثرت سے بہت نحیف ہو چکے تھے پھر تین ماہ کی علالت اور اس پر سرکاری کام کے بار سے آپ کی صحت بحال نہ ہوسکی۔

مرض الموت

آخر وہ وقت آپہونچا جس کے لئے ہر شخص کو تیار رہنا چاہیے اوائل ۱۳۳۶ھ میں جب آپ ایک ہفتہ کے لئے دورہ پر تشریف لے گئے تھے اثناء سفر میں پشت پر

کچھ بثور پیدا ہوئے جو بڑھتے بڑھتے ایک بڑے پھوڑے کی شکل اختیار کر لئے، علاج کچھ مفید نہ ہوا بلکہ مرض میں اضافہ ہی ہوتا رہا بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ کہیں سرطان نہ ہو۔ آخر ڈاکٹروں نے بعد معائنہ یہ رائے ظاہر کی کہ یہ سرطان ہے۔ جہاں پناہ اس وقت بمبئی میں تشریف فرما تھے۔ ذریعہ تار اطلاع دی گئی۔ حکم ہوا کہ ڈاکٹر عبدالحسین صاحب معائنہ کر کے رائے دیں۔ داکٹر صاحب موصوف کی بھی وہی رائے ہوئی اور ذریعہ تار عرض کیا گیا حکم صادر ہوا کہ عمل جراحی کیا جائے۔ چنانچہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ روز پنجشنبہ پانچ بجے عمل جراحی کا وقت مقرر کیا گیا۔ تنفس سہ شنبہ ہی سے تھا مگر خیال کیا گیا شاید سرطان نے شش تک اثر کیا ہے جس کی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ گو مولانا عمل جراحی سے راضی نہیں تھے مگر ایک تو امتثال فرمان خسروی تھا اور شاید خدائے برتر کو آپ کا شوق شہادت پورا کرنا منظور تھا۔ وقت مقررہ پر ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور آپ کو بے ہوش کرنے کے بعد نہایت طویل و عریض زخم کر کے کم و بیش ایک سیر گوشت کاٹ کر نکالا اور تقریباً نصف گھنٹے میں عمل جراحی ختم کیا اس کے بعد مولانا کو ہوش آیا ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اب آپ تندرست ہوگئے۔ مولانا نے شکر ادا کیا اور فرمایا کہ آپ بعدِ مغرب خبر لیں۔ غالباً یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ بعد مغرب ایسے تندرست ہوں گے کہ پھر کبھی بیمار نہ ہوں گے۔

وفات

اسکے بعد جب آپ کو پلنگ پر لٹایا گیا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اس حالت میں آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا اور آپ بے ہوش ہوگئے بعد مغرب ادھر ہلال جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ افق پر نمودار ہوا اُدھر یہ آفتاب علم و کمال اہل دنیا کی نظروں سے غائب ہوکر رفیق اعلیٰ سے جاملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۶)۔

راقم اس وقت قریب تھا جب روح اطہر قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو شدابہام وغیرہ کر کے نیچے لٹادیا۔تقریباً آدھی رات کے بعد حضرت ظل سبحانی کو بذریعہ تار اطلاع اور مدرسہ نظامیہ میں دفن کرنے کی اجازت طلب کی گئی دوسرے دن راقم نے دیگر اصحاب کی مدد سے غسل وکفن کی آخری خدمت انجام دی مکہ مسجد میں بعد نماز جمعہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

دفن

حسب ارشاد عالی مدرسہ نظامیہ میں بعد مغرب اس سرمایہء سعادت کو سپردِخاک کیا گیا گویا تمام عمر جس سے محبت تھی بعد فنا بھی آپ نے اس سے جدا ہونا پسند نہیں کیا۔

۱؎ ترجمہ، بے شک ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۵۶۔

۲؎) اور حضور نظام کو یہ بھی اطلاع دی کہ تکلیف مرض اورضعف ایسا ہے کہ مولوی صاحب کو عثمانیہ ہاسپٹل میں نہیں لے جایا جاسکتا لہٰذا سامان آپریشن لاکر مدرسہ نظامیہ میں جہاں مولوی صاحب مقیم تھے وہیں کیا جائے گا اس متفقہ رائے سے میں نے اتفاق کیا چنانچہ دوسرے دن مجھے ٹیلی گرام ملا آپریشن ہو چکا ہے جس کو مشہور سرجن ڈاکٹر ارسطو یار جنگ نے دوسرے ڈاکٹروں کی موجودگی میں کیا مگر نبض کی حالت اطمینان بخش نہیں ہے اور ایک طرح سے بیہوشی ہے مگر اس کے تیسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب راہی ملک بقاء ہوئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔......بقیہ

اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی مزار شریف پر تشریف فرمائی

اعلیٰحضرت نواب آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ وصال کے تقریباً ہفتہ دیڑھ ہفتہ بعد بمبئی سے تشریف لائے اور رونق افروز حیدرآباد ہوتے ہی مولانا کی مزار شریف پر تشریف فرما ہو کر فاتحہ خوانی کے بعد دیر تک فیض حاصل فرماتے رہے۔ اور تعمیر مزار سابقہ۔ موت کی خبر مجھے بمبئی میں ملی اور مجھ سے دریافت کیا گیا کہ مولوی صاحب کو دفن کہاں کیا جائے۔ میں نے جواب میں کہا کہ کیا مولوی صاحب نے حین حیات میں کوئی وصیت کی تھی کہ ان کو کہاں دفن کیا جائے تو مجھے جواب میں معلوم ہوا کے کسی قسم کی خواہش مولوی صاحب نے نہیں کی تھی اس کے بعد میں نے جواب دیا کہ جس مدرسہ سے مولوی صاحب کو لگاؤ، محبت، شغف تھا جس مقام پر ان کا قیام از جوانی تا پیرانہ سالی رہا تھا وہیں رکھنا مناسب ہے (یعنی مدرسہ نظامیہ کے صحن میں تا کہ روح مطہر کو سکون ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مجھے بمبئی میں معلوم ہوا کہ بڑے اہتمام اور شان سے مولوی صاحب کی تجہیز و تکفین ہوئی مگر مجھے افسوس اس کا رہا کہ اس وقت میں حیدرآباد میں نہیں تھا بلکہ بمبئی میں تھا ورنہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوتا میں نہ صرف اپنا فرض منصبی بلکہ باعث سعادت سمجھتا۔ اور آج قبر مطہر مدرسہ نظامیہ کی شان کو دوبالا کر رہی ہے اور ساتھ ہی تا قیام مدرسہ نظامیہ مولوی صاحب کی یاد کو اور نام کو زندہ رکھے گی کہ ایسے بزرگ ہستیاں دنیا میں کم نظر آتی ہیں جو جامع صفات ہوں۔

اظہار افسوس کے تعزیتی جلسے۔ آفتاب علم وعمل کو سپرد خاک کرنے کے بعد حضرت مفتی رکن الدین صاحب رحمہ اللہ نے اعلان فرمایا کہ ۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ روز یکشنبہ ٹھیک ۷ بجے صبح مدرسہ نظامیہ میں فاتحہ سیوم مقرر ہے۔ اس روز مدرسہ نظامیہ میں علماء ،، شائخ، امراء کے علاوہ عوام کی کثیر تعداد جمع ہوئی اور کئی قرآن ختم ہوئے حضرت مولانا سید

عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ محدث کی صدارت میں جلسہ تعزیت منعقد ہوا مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحب رحمہ اللہ ،مولوی اکرام علی صاحب اول تعلقدار مولانا سید غوث الدین صاحب قادری شیخ الفقہ (رحمہم اللہ) کے علاوہ مولوی محمد اکبر علی صاحب مدیر اخبار صحیفہ نے حضرت موصوف کے ظاہری و باطنی اوصاف پر تقریریں کیں اور آخر میں حضرت صدر جلسہ نے رقت آمیز انداز میں دعائے مغفرت فرمائی طلبۂ جامعہ اور حاضرین جلسہ کی ایک کثیر تعداد تناول طعام سے مستفید ہوئی۔

مکہ مسجد میں جلسہ تعزیت ۔ ۸،جمادی الاخری م۲۲،مارچ ۱۹۱۸ء بروز جمعہ مکہ مسجد میں ختم قرآن کا ایک عظیم جلسہ منعقد ہوا مسجد کا اندرونی و بیرونی حصہ عوام سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا،حیدرآباد اور اطراف واکناف کے جملہ علماء ومشائخ جمع تھے کئی پڑھے گئے قاری محمد عبدالحئی صاحب خطیب مکہ مسجد نے دعائے مغفرت کی۔

مزار مبارک اور عود وگل کے لئے ماہوار حکم صادر فرمایا۔اظہار افسوس وعقیدت کے لئے جو فرمان شرف صدور لایا ہے،وہ اس قابل ہے کہ یہاں درج کیا جائے ،تاکہ ناظرین یہ معلوم کرلیں کہ شاہ والا جاہ کے دل میں مولانا کی کیا وقعت تھی۔

فرمان مبارک

مولوی محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس و تورع وایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔وہ والد مرحوم کے اور نیز میرے دونوں بچوں کے استاذ بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قائم کیا تھا جہاں اکثر مما لک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف وعوارف سے تمتع ہوتے ہیں

۔مولوی صاحب کو میں نے اپنے تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدالصدور مقرر کیا تھا۔ اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہامی اور امور مذہبی کے عہدۂ جلیلہ پر مامور کیا مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کر سکے گا۔ بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفہ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کئے جائیں۔ یہ وظیفہ کس درجہ کے طالب علموں کو کس مدت کے لئے اور کن شرائط سے دئے جائیں گے اس کے متعلق علیٰحدہ تجاویز پیش کر کے میری منظوری حاصل کی جائے۔

لے حضرت اقدس واعلیٰ حضور آصف جاہ سابع نے جامعہ نظامیہ کی میر مجلس کے لئے مولانا محمد حبیب الرحمٰن......بقیہ

''میرا یہ حکم جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے''

۱۲رجب المرجب ۱۳۳۶ھ شرح دست خط مبارک اعلیٰحضرت بندگان عالی تعالی مدظلہم العالی۔

اولاد

مولانا کو دولڑکے اور چار لڑکیاں تھے۔ لڑکوں میں عبدالجلیل جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور رمضان المبارک ۱۲۹۵ھ میں فوت ہو گئے۔ عبدالقدوس صفر ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور شوال ۱۳۰۷ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال کئے۔

لڑکیوں میں وجیہ النساء بیگم ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئیں ان کا عقد مولوی محمد غوث صاحب قاضی بالکنڈہ کے نواسے مولوی محمد سرفراز الدین صاحب فرزند محمد فتح الدین صاحب سے ہوا تھا۔ اُن کا انتقال ۱۳۴۲ھ میں ہوا۔ اُن کو ایک لڑکا تھا جو صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا۔ اور ایک لڑکی ہدایت النساء بیگم جن کا عقد مولوی محمد سرفراز الدین صاحب کے بھتیجے مولوی محمد مزمل صاحب تحصیلدار سے ہوا۔

وہ اپنی والدہ سے پہلے ہی دو لڑکے ابوالرضوان مسعود احمد و محمد کرامت اللہ اور دو لڑکیاں فراست النساء بیگم و امجد النساء بیگم چھوڑ کر ۱۳۲۳ھ میں وفات پائیں۔

(۲) فرید النساء بیگم محرم ۱۲۹۱ھ میں پیدا ہوئیں اور کم سنی میں فوت ہوئیں۔

(۳) رحمت النساء بیگم ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ میں تولد ہوئیں آپ کے بھانجے مولوی سید علی صاحب

......سابقہ خاں شیروانی (نواب صدر یار جنگ) کو اولاً صدر الصدور قرار فرمایا اور یہ بھی حکم دیا کہ جامعہ نظامیہ کے انتظامات کا تعلّق صدر الصدور ہی سے رہے گا اور تاکید کی کہ بانیٔ جامعہ جن اصولوں پر مدرسہ کو چلا رہے تھے اس کی پابندی ہر امیر جامعہ کے لئے لازمی رہے گی یہ ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء سے ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۲ء تک جامعہ کے میر مجلس رہے۔

سے بیاہی گئیں اور شعبان ۱۳۳۲ھ میں فوت ہوئیں آپ کو ایک لڑکا ہوا جن کا آپ کی زندگی ہی میں انتقال ہوا۔

(۴) ولایت النساء بیگم ۱۰ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ میں پیدا ہوئیں جو مولانا کے بھتیجے مولوی محمد عبد الغفور صاحب سے بیاہی گئیں ان سے ایک لڑکا محمد شجاع الدین اور دو لڑکیاں یوسف النساء بیگم و انوار النساء بیگم ہوئیں۔

حلیہ

مولانا کا رنگ ہلکا سرخ وسفید، چہرہ کتابی، آنکھیں بڑی بڑی اور داڑھی گھنی تھی۔ وصال کے وقت اکثر بال سفید ہوگئے تھے۔ قد بالا۔ سینہ کشادہ اور جسم دوہرہ ورزشی اور مضبوط تھا۔

اخلاق وعادات

پچھلے صفحات میں مولانا کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اب ہم کچھ تفصیل سے بتلائیں گے کہ مولانا کو مبداء فیاض نے کن خصوصیات سے ممتاز فرمایا تھا اور آپ نے اس عطیہ قدرت سے خود کتنا فائدہ اٹھایا اور قوم وملک کو کس قدر فائدہ پہنچایا۔

غذا

آپ کی غذا بالکل سادہ تھی جو کچھ بھی سامنے آتا تناول فرماتے کسی چیز کی فرمائش نہ کرتے۔ اعلیٰحضرت ظل سبحانی کے پاس اکثر میوہ اور مٹھائیاں وغیرہ آتیں اس میں سے کبھی کچھ کھا لیا کرتے ورنہ سب تقسیم کر دیتے دو وقت کھانے کی عادت تھی اور وہ بھی بہت مختصر ایک یا دو پھلکے تناول فرماتے۔

لباس

آپ کا لباس بھی بالکل سادہ تھا آپ لباس کے مقصد اصلی یعنے تن پوشی پر اکتفا کرتے محض زینت کے لئے اسراف اچھا نہ سمجھتے۔ نماز کے وقت آپ ہمیشہ پورا لباس

یعنی جبہ عمامہ وغیرہ پہن لیا کرتے تھے اور کبھی عمامہ پر سے چادر بھی اوڑھ لیتے اور سخت گرمی میں بھی اس کی پابندی فرماتے تھے۔ایک دفعہ ایک صاحب نے اس کے متعلق استفسار کیا مولانا نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ نماز کے وقت پوری زینت نہ کرنا حکم خداوندی کے خلاف ہے۔قطع نظر اس کے جب ہم دنیا کے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو پورا لباس پہن لیتے ہیں تو پھر خدا کے سامنے معمولی لباس سے کس طرح جائیں'' معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکابرِ دین کی سنت پر عمل کرنا اچھا سمجھتے تھے۔ ابتداءاً آپ میانہ میں سوار ہوتے تھے جب اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ کی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے تو بُعدِ مسافت کے خیال سے گھوڑا گاڑی خرید لی وزارت کے زمانہ میں آپ کے پاس موٹر اور جوڑی گاڑی وغیرہ کئی سواریاں تھیں۔

مشاغل روزانہ

اوائل میں جب کہ آپ نفس کا مجاہدہ فرماتے تھے ساری ساری رات جاگ کر بسر کرتے تھے بعد میں آپ نے یہ طریقہ مقرر فرمایا تھا کہ رات کے ۱۲ بجے آرام فرماتے ۳ بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے بعد از فراغ تہجد لیٹ جاتے اور پھر نماز فجر کے لئے اُٹھتے نماز سے فارغ ہو کر تلاوت کلام مجید کرتے اور اس کے بعد ورزش (ورزش کا سلسلہ

ا؎ پہن لیا کرو اپنا لباس ہر نماز کے وقت۔(سورۂ اعراف آیت ۳۱)

تقریباً مرض الموت تک رہا) بعد ازاں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر سرکاری کام میں مشغول ہو جاتے تھے۔۱۱ بجے قیلولہ فرماتے اور ۲ بجے بیدار ہو کر تالیف و تصنیف و مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔بعد مغرب فتوحات مکیہ کا درس ہوتا جو تقریباً ۱۲ بجے ختم ہوتا تھا مگر تعلیم شہزادگان

والاشان کے زمانہ میں آپ نے اس کو بدل دیا تھا۔تمام رات علمی مشغلہ میں رہتے نماز فجر کے بعد ۹ بجے تک آرام فرماتے بیدار ہوکر تعلیم کے لئے تشریف لے جاتے تھے بعض مرتبہ شام کے وقت تفریح کے لئے بھی تشریف لے جاتے تھے۔مگر اس وقت بھی ذکر حق سے غافل نہ ہوتے۔حافظ تھے کلام مجید کی تلاوت فرماتے رہتے تھے قرآن پاک ساتھ ہوتا تھا۔تاکہ کہیں شبہ ہوتو دیکھ لیں۔

خانگی زندگی

باوجود اس قدر آمدنی کے آپ کا ہمیشہ مطمع نظر رہا کہ زندگی سادگی سے بسر ہو اور حتی الامکان سنت پر عمل پیرا رہیں خانہ داری میں پُر تکلف سامان نہیں تھا جو کچھ بھی تھا سب ضروری جس سے سفر حضر میں کام پڑتا تخت پر سوتے۔قدیم دستور کے موافق درسی چاندنی پر بیٹھتے۔ذاتی مکان مختصراً تھا وزارت کے بعد ایک مکان شکر کوٹھے کے قریب لے لیا تھا اسی میں عمر گزر گئی۔زندگی جاوید کے لئے آپ نے اپنا سب کچھ خرچ کر دیا ترکہ اگر چہ کہ ایسا نہیں تھا جو ایک وزیر کی شایان شان ہو۔مگر اس پر بھی آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک ثُلُث راہِ خدا میں خرچ کیا جائے منشاء یہ تھا کہ جس قدر بھی ہوسکے رضائے الٰہی ڈھونڈیں۔

کتب خانہ

اس سلسلہ میں اگر حقیقی ترکہ کہا جائے تو مولانا کا کتب خانہ تھا جو کئی ہزار بیش قیمت اور نایاب وکم یاب کتابوں پر مشتمل اور مولانا کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھا۔اور جس پر آپ نے ہزاروں روپئے صرف فرمائے تھے آخر آپ نے اس محبوب شئے کو بھی دوسرے محبوب ترکہ یعنی مدرسہ نظامیہ کے نام وقف فرمادیا۔

سرکاری زندگی

دولت اور حکومت کا نشہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں اچھے اچھوں کے ہوش گم ہو جاتے اور قدم لغزش کھا جاتے ہیں مولانا میں جو باتیں جمع تھیں اگر دوسرے میں جمع ہوتیں تو ممکن تھا کہ رعونت آجاتی اور جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے طبیعت میں انقلاب رونما ہو جاتا ہے مگر مولانا نے باوجود اس عظمت و شان کے کبھی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ مولانا پیشی خداوندی میں ہمیشہ دستار کمر بند سے تشریف لے جاتے تھے۔ مگر مکہ مسجد میں اسکی پابندی نہ تھی بلکہ عمامہ سے تشریف لاتے ایک صاحب نے عرض کیا کہ آپ کے تقدس و اعزاز کے لحاظ سے آپ دستار کمر بند سے ہمیشہ کے لئے مستثنیٰ ہونا چاہیے جواب میں فرمایا ''اس کی کیا حاجت ہے دنیا کو دنیا کے طریقہ پر رکھنا چاہئے دین کو اس کے حصول کا ذریعہ بنانا نامناسب ہے۔ میں نے سرکار سے خاص طور پر اسکی اجازت لی ہے کہ جب کبھی میں نماز کے لئے آپ کے ساتھ رہوں تو مجھے دستار و کمر بند سے معاف فرمایا جائے گا'' اور سرکار نے بمراحم خسروانہ اسکی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

تدین واحتیاط

مولانا معاملت میں نہایت احتیاط برتتے تھے۔ تنخواہ کے علاوہ جو رقمیں سرکار سے منظور تھیں وہ بھی بہ نظر احتیاط نہیں لیتے تھے صادر و دورہ کے اخراجات خود برداشت فرماتے۔ سرکاری کمیٹیاں جو مولانا کے گھر پر ہوتی تھیں اس کے جملہ مصارف (ضیافت وغیرہ میں) آپ ادا فرماتے تھے بعض اشخاص نے کہا کہ یہ اخراجات جب سرکار سے ملتے ہیں تو ذات سے خرچ کرنے کی کیا حاجت ہے۔ جواب میں فرمایا ہم کو سرکار اتنی تنخواہ دیتی ہے کہ ہم یہ مصارف برداشت کر سکتے ہیں تو ایسی حالت میں خزانہ شاہی کو زیر بار کرنے کی کیا ضرورت

ہے ملازمین سرکار سے کبھی خانگی کام نہیں لیتے تھے۔اوقات دفتر کی پابندی فرماتے اور اجلاس پر تشریف لے جاتے تھے۔گو وزارت کے زمانے میں دفتر آپ کے گھر پر تھا مگر اس وقت بھی آپ کا وہی حال تھا جو کمرہ آپ نے اجلاس کے لئے مقرر فرمایا تھا۔اس میں وقت مقررہ پر اسی حیثیت سے تشریف لے جاتے جیسے کہ کسی دوسری جگہ کے اجلاس پر جایا کرتے تھے۔اس پر ایک صاحب نے کہا کہ آپ گھر میں اتنا اہتمام کیوں فرماتے ہیں۔سادہ لباس میں اجلاس فرماسکتے ہیں۔جواب میں فرمایا'' گھر وہی ہے جہاں میں آزادی سے رہ سکتا ہوں'' اور کمرہ جس میں اجلاس کرتا ہوں دفتر ہے میرے سادہ لباس میں اجلاس کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک طرح کی لا پروائی اور تساہل ہے جسکا جواب اَحۡکَمُ الحَاکِمِینۡکے سامنے دینا ہوگا'' اوقات دفتر میں کوئی خانگی کام نہیں کرتے تھے۔حتیٰ کہ اگر کوئی صاحب خانگی ملاقات کے لئے آئے تو ناخوش ہوتے اور کہہ دیتے کہ خانگی ضرورت کے لئے اوقات دفتر کے علاوہ کسی اور وقت آئیں۔دفتر کا وقت صرف سرکاری کام کے لئے ہے۔اس شدید احتیاط و پابندی کے باوجود بعض وقت ضرورت پر غیر اوقات میں دفتر کا کام انجام دیا کرتے تھے۔اگرچہ مدرسہ نظامیہ پر آپ نے اپنی ذاتی رقم سے ہزاروں روپیئے صرف فرمائے مگر بہ نظر احتیاط وہاں سے بھی ذرا سی چیز لینا گوارہ نہ فرماتے تھے ایک دفعہ پیشی خداوندی سے مدرسہ میں کچھ میوہ آیا جس میں کھیرے بھی تھے۔مولانا کو کھیروں کی ضرورت تھی بازار میں تلاش کئے گئے نہیں مل سکے مجبوراً مدرسہ سے منگوائے اور اسکی قیمت ادا کردی۔

فصل مقدمات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عقل اور خوبیاں عطا فرمائی تھیں جو آپ کے اس امتیاز کا باعث ہوئیں۔دوسرے یہ کہ آپ تصفیہ مقدمات میں نہایت غور و خوض سے کام لیتے۔

پوری مثل خود معائنہ فرماتے۔ جو نتیجہ اخذ کرتے اسی پر فیصلہ فرماتے تھے۔ اس معاملہ میں کبھی آپ نے کسی کی سفارش قبول نہیں فرمائی۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک دیرینہ مخلص دوست نے جو آپ کی ہر معاملہ میں اعانت کیا کرتے تھے کسی معاملہ میں سفارش کی جس پر آپ بہت برا فروختہ ہوئے اور فرمائے میں سفارش قبول کرنے والوں سے اُن لوگوں کو اچھا سمجھتا ہوں جو رشوت لے کر کام کر دیتے ہیں۔ اگر چہ یہ لوگ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے خلاف کرتے ہیں مگر انہیں دنیا کا نفع مل جاتا ہے۔ لیکن سفارش سننا گویا انصاف کا خون کرنا ہے اور اس میں سوائے خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَۃ کے کوئی نفع نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیصلوں کو مسلمان اور ہندو خوشی سے منظور کر لیتے تھے چنانچہ مسجد مٹھواڑہ (ورنگل) کی تعمیر میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں نزاع پیدا ہوگئی تھی جس کا آپ نے اس خوبی سے تصفیہ فرمایا کہ دونوں فریق راضی ہو گئے اسی طرح مسجد مخدوم پورہ (گلبرگہ شریف) کی نسبت اہلِ حدیث واہل سنت و جماعت میں کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا آپ نے باحسن الوجوہ تصفیہ فرمایا جس سے دونوں جماعتیں راضی ہوئیں۔

ایک صاحب نے آپ سے کہا کہ بعض وکلاء اپنی جادو بیانی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھا سکتے ہیں اور کسی مقدمہ میں حقدار کا وکیل کمزور اور فریق مخالف کا تیز ہو تو وہ آسانی سے آپ کو غلط باور کرانے میں کامیاب ہو جائے گا" جواب میں فرمایا" میں حتیٰ المقدور انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں غیب کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کے سوا جب میں اجلاس پر بیٹھتا ہوں یا فیصلہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو پہلے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی روح پاک کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ میں ایک ذرہَ بے مقدار ہوں میرا معاملہ آپ کے حوالے ہے جب تک آپ مدد نہ فرمائیں راہِ راست نہیں مل سکتی" اسکے بعد فیصلہ لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں۔

آپ جب کبھی اجلاس پر تشریف لے جاتے تو پہلے اللّٰہم ان قلوبنا و نواصینا و جوارحنا بیدک لم تملکنا منھا شیئا فاذافعلت ذالک بنافکن انت ولینا واھد نا الی سواء السبیل پڑھتے اور پھر کام شروع کرتے تھے۔

حُسن خلق

سرکاری اور خانگی ملازمین سب کے ساتھ آپ کا برتاؤ نہایت شریفانہ رہتا تھا نہ کبھی کسی کو ایسی بات کہتے نہ کسی سے ایسا سلوک کرتے جس سے وہ ناخوش ہو آپ کے اس حسن سلوک کے وجہ سے خانگی ملازمین کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جو ایک دفعہ ملازم ہوجاتا وہ پھر تا دمِ آخر آپ کی خدمت سے دور نہ ہوتا تھا۔

حلم وتواضع

طبیعت میں حلم اس قدر تھا کہ دوسرے اشخاص تو ایک طرف اگر ملازمین بھی آپ پر بگڑتے اور ترش روی سے پیش آتے تو آپ اس کا جواب نہایت سنجیدگی سے دیتے اور نرمی سے سمجھا دیتے تھے۔ آپ کے اخلاق اس قدر وسیع تھے کہ اپنے سے کم رتبہ والوں کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ فرماتے جیسا کہ ہمسروں سے۔ ان کی خوشی غمی کی مجلسوں میں شریک ہوتے بیماروں کی عیادت کرتے جنازوں میں شرکت فرماتے۔ کئی دفعہ احقر کے مکان پر عیادت و دعوت وغیرہ کی تقریب سے تشریف فرما ہوئے اور چھوٹے بڑوں کو سلام کرنے میں حتیٰ الامکان پیش قدمی فرماتے۔ اور ہر ایک کو آپ سے مخاطب کرتے کم وبیش آپ کی حالت وزارت کے زمانہ میں بھی ویسی ہی تھی جیسی ابتدائی مصیبت کے زمانہ میں جب کبھی آپ مرفہ الحالی کا تذکرہ کرتے تو ضرور ابتدائی مصائب کو یاد کرتے۔ تاکہ رعونت نہ آجائے۔ آپ کے انکسار کا ایک واقعہ آنکھوں دیکھا ہے۔ ایک دفعہ فتوحات مکیہ کا

درس ہو رہا تھا مولوی محمد شریف الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ اودولوی جو آپ کے شاگرد تھے تشریف لائے اور سلام اور مصافحہ کے بعد قدم بوسی کے لئے خمیدہ ہو رہے تھے مولانا نے بخیال اعزاز پیرزادگی ان کے پیر چھو لئے۔ مولانا گو بہت بڑے عالم تھے اور آپ کے معلومات نہایت وسیع ،مگر اس پر بھی جب کبھی آپ کی کوئی نئ تالیف یا تصنیف تیار ہوتی تو آپ حلقہء درس میں شاگردوں کو سناتے اور فرماتے کہ اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہے تو بتاؤ اور اگر کوئی اعتراض کرتا اسے سمجھا دیتے اگر واقعی کوئی غلطی ہوتی تو اس کو تسلیم کرتے اور اصلاح کر دیتے تھے۔

جود وسخا

پہلے لکھ دیا گیا ہے کہ مولانا کا طرز زندگی نہایت سادہ تھا اور ذاتی اخراجات بہت کم پھر اتنی آمدنی آخر جاتی کہاں تھی؟ آپ کی عادت تھی کہ کبھی آمد و خرچ کا حساب کتاب ملاحظہ نہیں فرماتے۔ بلکہ جملہ آمدنی ایک منشی صاحب کے حوالے تھی جب مہینہ قریب الختم ہوتا تو آپ اُن کو بلا کر پوچھتے کچھ رقم باقی ہے' اگر جواب نفی میں ملتا تو خدا کا شکر ادا فرماتے ورنہ باقی رقم کو کسی دینی کام میں خرچ کرنے کے لئے فرماتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کے پاس ختم ماہ پر کچھ باقی نہیں رہتا تھا ہر صورت میں آپ کا بذل وسخا اور طبیعت میں صلہ رحمی کا مادہ زیادہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ملنے جلنے والوں کی حاجت روائی کرتے۔ سامنے کوئی مانگنے والا آتا تو عطا فرماتے۔ بیوہ و یتیموں کی امداد کرتے مسجد یا درگاہوں کے مانگنے والے فقیروں کا سوال رد نہ کرتے جمعہ و دیگر ایام متبرک میں خاص طور پر خیرات فرماتے۔ طلبہ و مدارس دینیات کے ساتھ خصوصی اعانت کرتے تھے آپ نے مدرسہ نظامیہ پر اس قدر خرچ کیا کہ جس کا شمار نہیں ہوسکتا علاوہ (ماء) روپیہ ماہوار چندے کے جو بھی غیر معمولی اخراجات پیش

آتے آپ برداشت فرماتے تھے اس کے سوا گھر پر آپ کے پاس کئی طالب علم رہتے جن کے تمام اخراجات مولانا برداشت کرتے تھے۔

مہمان نوازی

آپ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ کے دستر خوان پر عرب و ہندوستان اور مختلف مقامات کے دس بیس مہمان ضرور رہتے تھے آپ مہمانوں کی بڑی خاطر مدارت کرتے، گو آپ کی غذا سادہ تھی اور مہمانوں کے لئے پر تکلف غذائیں پکتی تھی جس میں سے آپ کچھ نہیں کھاتے تھے مگر محض اس لئے کے مہمان کی خاطر شکنی نہ ہو۔ دستر خوان پر بیٹھ جاتے تھے میں نے دیکھا ہے کہ بعض مہمان اپنی ضرورتوں کے لئے آپ کے ہاں برسوں رہے ہیں مگر آپ نے کبھی برا مانا نہ اُن کی خاطر تواضع میں کمی کی بلکہ ضرورت پر آپ نے ان کی مدد دل کھول کر فرمائی۔

رمضان المبارک کس طرح گزرتا تھا

رمضان المبارک میں آپ کا دستر خوان خاص طور پر وسیع ہوتا تھا۔ ابتداءً اجب آپ کی تنخواہ چار سو تھی تو یہ التزام تھا کہ دو سو آدمی سحر و افطار آپ کے ساتھ کریں مگر جوں جوں آمدنی بڑھتی گئی اس تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا آخر میں سات سو تک نوبت پہونچ گئی تھی۔ رمضان شریف آنے کے کئی دن پہلے سے اس کی تیاریاں شروع ہوتی تھیں۔ سحر و افطار میں دستر خوان پر نہایت پر تکلف غذائیں ولوازمات ہوتے تھے اس مہینے میں آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ اتنا خرچ کرتے کہ آخر میں مقروض ہو جاتے جس کا سلسلہ کئی مہینوں تک رہتا۔ اس کے بعد پھر آئندہ رمضان کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔

جذبہء ہمدردی

آپ نہایت رقیق القلب تھے کسی کی ذرا سی تکلیف بھی آپ کو متاثر کر دیتی تھی۔ قیام مدینہ طیبہ کے زمانہ میں کسی نے آ کر کہا کہ فلاں صاحب بوجہ فاقہ مٹی گھول کر پیا کرتے ہیں ۔ یہ سنتے ہی آپ بے قرار ہوگئے اور فرمائے سبحان اللہ کیا لوگ ہیں فاقہ کی تکلیف دفع کرنے کیلئے مٹی گھول کر پیتے ہیں مگر سوال نہیں کرتے ۔ اس خبر کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ اسی وقت آپ نے مساکین مدینۃ الرسول کی امداد کے لئے انجمن بنائی اور اس میں ایک کثیر رقم چندہ میں دی اور احباب سے بھی لیا۔ یہ انجمن آپ کے قیام مدینہ طیبہ تک قائم رہی۔

ایثار

سخاوت میں سب سے ارفع درجہ ایثار کا ہے یہ صفت بھی آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی چنانچہ معاش موروثی قضاء وغیرہ سے آپ کے بھائی ہی منتفع ہوتے رہے کبھی آپ نے اس میں سے ایک پائی نہیں لی۔ آپ کے والد ماجد خدمت قضاء سے سبکدوش ہو کر فائز بلدہ ہوئے اور نواب سرسالار جنگ بہادر اول نے آپ کے لئے ساٹھ روپیہ ماہوار منصب اجرا کرنے کی خواہش ظاہر کی چونکہ آپ ضعیف العمر تھے اس لئے آپ نے اپنے فرزندوں کے نام جاری کرانا چاہا گو اس وقت مولانا صاحبِ اہل وعیال تھے اور ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں تھا مگر اللہ رے ایثار والد صاحب سے عرض کیا کے آپ میرا خیال نہ فرمائیں اللہ مالک ہے چھوٹے بھائی کے نام کروا دیجئے یہ ابھی فکر معیشت کے قابل نہیں ہیں۔ ان کی جانب سے اطمینان ہو جائے تو اچھا ہے۔ سچ ہے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ پر عمل کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔

عفت و عصمت

یہ تو سب جانتے ہیں کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم نہیں ہے اور غیب کا علم اللہ ہی کو ہے مگر دنیا میں نیک و بد ہونے کا حکم تو ظاہر پر لگایا جاتا ہے راقم نے نہ خود آنکھوں سے دیکھا نہ اور سے سنا کہ کبھی آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ احتیاط فرماتے کہ کوئی خلافِ شریعت بات سرزد نہ ہو۔ کوشش کرتے کہ کسی صغیرہ میں مبتلاء ہونے نہ پائیں نہ آپ کی زبان کبھی بھی جھوٹ، غیبت اور فحش کلام سے آلودہ ہوئی آپ ہمیشہ گفتگو میں اس امر کا خیال رکھتے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو تنبیہ و نصیحت کے طور پر کسی کو یا کسی کے متعلق کچھ لکھنا یا کہنا بھی ہوتا تو اس طرح فرماتے کہ بعض لوگ ایسا کہتے یا ایسا کرتے ہیں کسی کا نام لے کر نہیں کہتے تھے۔

رِیا

یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ ایسے صفات کا آدمی ریا جیسی بُری بلا میں پھنسے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ''ریا شرک خفی ہے'' اس سے آپ اس معاملہ میں بے حد محتاط تھے انتہائی سعی فرماتے کہ عبادات پوشیدہ رہیں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے پاس چند طلبہ بیٹھے ہوئے تھے ایک طالب علم نے کتابیں خریدنے کے لئے آپ سے کچھ روپئے قرض مانگے اس سوال سے پہلے ایک اور طالب علم نے آپ سے اسی قسم کا سوال کیا تھا آپ نے ان دونوں کو علٰیحدہ علٰیحدہ رقم

لے اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو (سورۂ حشر، آیت ۹)

دے دی تھی جن کی ایک دوسرے کو خبر نہیں تھی مگر جب دونوں کتابیں خریدنے کے لئے بازار

گئے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ’’مولانا نے آپ کو کتنی رقم دی ہے‘‘ دوسرے نے جواب دیا کہ دس روپیہ اور دل میں خیال کیا کہ شاید پہلے کو مجھ سے زیادہ ملے ہیں جب تو اس نے مجھ سے اس قسم کا سوال کیا۔ لیکن پہلے نے کہا کہ بھائی مجھ کو بھی دس روپیہ ہی ملے ہیں اس مساوی عطیے پر جس کی ایک دوسرے کو خبر نہ تھی دونوں کو حیرت ہوئی۔

خوشامد پسندی

آپ ان لوگوں میں نہیں تھے جو اپنی تعریف سن کر خوش ہوتے ہیں آپ کو خوشامد اور چاپلوسی سے دِلی نفرت تھی جو کوئی آپ کی تعریف کرتا اس سے ناراض ہو جاتے تھے۔

(۱) ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت رمضان المبارک میں خوب ثواب کماتے ہیں۔ جواب میں کچھ ناراض ہو کر فرمایا، ’’میاں ثواب کہاں کا یہ سب جو کیا جاتا ہے وہ محض دوست واحباب کے اجتماع کے لئے ہے۔ کیونکہ رمضان جیسے برکت اور رحمت والے مہینے میں اس قسم کا اجتماع اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) آپ کی تعریف میں ایک صاحب نے قصیدہ پڑھا آپ نے فرمایا یہ سب آپ کا حُسنِ ظن ہے میں اس کا قابل نہیں ہوں۔

غرض یہ وہ پاک مشرب لوگ تھے جنہوں نے عمر بھر سنت نبوی کی تعمیل کی ظاہر پسندی خوشامد اور فسق و فجور کو پاس آنے نہیں دیا۔ مخفی خیرات کو پسند کیا لَمْ تَعْلَمْ شِمَالُہٗ مَا اَعْطَتْ یَمِیْنُہٗ[۱] والی حدیث کی پابندی کی، رحمۃ اللہ علیہ۔

[۱] ترجمہ۔ جس کے سیدھے ہاتھ نے جو عطا کیا ہے اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے۔

☆عبادات☆

پابندی شریعت

آپ کی زندگی ملت بیضاء کے بالکل مطابق تھی ، کھانے پینے ،سونے بیٹھنے، چلنے، پھرنے غرض ہر بات میں اس کا خیال رکھتے کہ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہونے پائے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی خلاف شرع ظاہر نہ ہوتیں۔

نماز

پابندیٔ نماز کا یہ عالم تھا کہ راقم ۲۷ سال آپ کی خدمت میں رہا کبھی کوئی نماز قضاء ہوتے نہیں دیکھا مرض الموت میں جب آپ کو اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوگیا تھا تیمّم کر کے لیٹے لیٹے ہی نماز ادا فرماتے۔ حتیٰ کہ دَورۂ غش میں جو نمازیں قضاء ہوجاتیں وہ بھی ادا فرماتے۔ سرطان پیٹھ میں تھا جس کی تکلیف سے چت لیٹنا نہایت تکلیف دہ تھا مگر آپ نماز کی خاطر یہ تکلیف بھی برداشت فرماتے وصال سے دو تین گھنٹہ پہلے جبکہ آپ کو اس قدر تنفس تھا کہ دور تک آواز سنائی دیتی تھی اور اس کی شدّت سے زبان کو حرکت دینا متعذر تھا تو راقم نے دیکھا کہ صرف آنکھوں کے اشارہ سے نماز ادا فرما رہے ہیں اُس وقت محسوس ہوا کہ یہ آخری نماز ہے دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ دیر سے اسی میں مشغول ہیں آپ ہمیشہ فرض نماز باجماعت (جیسا کہ لباس کے بیان میں گزرا) پورا لباس پہن کر اس قدر خشوع وخضوع سے ادا فرماتے تھے کہ دیکھنے والا متاثر ہوجاتا۔ علاوہ فرائض کے صرف تہجد اور صلوٰۃ الاوابین کے پابند تھے کیونکہ آپ کا زیادہ وقت تالیف وتصنیف میں گزرتا تھا۔

روزہ

چونکہ نماز دوسرے مشاغل سے روکتی ہے اور روزہ میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ مشاغلِ علمی میں حارج ہو اسلئے آپ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔علاوہ مفروضہ مسنونہ روزوں کے نفل کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ایام متبرکہ وایام بیض (ہر مہینہ کی تیرھویں ،چودھویں و پندرھویں) کے سوائے ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی روزہ رکھتے تھے آخر میں جب یہ بھی کافی معلوم نہ ہوا تو صومِ داؤدی علیہ السلام شروع فرمایا (صوم داؤدی علیہ السلام ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے دن نہ رکھنے کو کہتے ہیں) احادیث میں صوم داؤدی علیہ السلام کی بڑی فضیلت آئی ہے اس واسطے کہ روزانہ روزہ رکھنے سے نفس عادی ہو جاتا ہے اور اس پر کچھ گراں نہیں گزرتا۔مگر ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا طبیعت پر بے حد شاق گزرتا ہے۔

زکوٰۃ

آپ کی خیرات کا ذکر جود وسخا کے عنوان میں گذر چکا سچ تو یہ ہے کہ آپ اس عبادت سے محروم تھے کبھی آپ صاحب نصاب ہوتے ہی نہ تھے کہ آپ پر زکوٰۃ واجب ہوتی اوائل عمر میں تو عسرت سے گزری اس میں گزر بسر ہی مشکل تھی بعد میں جو کچھ آتا اُس پر ہر ایک سال تو کیا ایک مہینہ بمشکل گزرتا تھا۔

حج

آپ نے کل تین حج کیئے اور کئی سال تک مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا جسکی تفصیل پچھلے اوراق میں گذر چکی ہے اعادہ باعث طوالت ہے۔

مجاہدۂ نفس

علم وعبادت ظاہری کا خاصہ ہے کہ کبر ونخوت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک نفس کو قابو میں نہ کیا جائے یہ بات دور نہیں ہوسکتی اسلئے صوفیائے کرام، علماء ظاہر کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے کیوں کہ ان کی نظر ہمیشہ ظاہر پر رہتی ہے باطن پر نہیں اور وہ صرف باطن کو دیکھتے ہیں مولانا صرف عالم ظاہری نہ تھے بلکہ ان لوگوں میں تھے جن کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے آخرت یا علمائے باطن کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تصوف میں سب سے اہم اور پہلی بات مجاہدۂ نفس ہے اسی سے انسان اخلاق حسنہ سے متصف اور اخلاق سیّئہ سے پاک ہوتا ہے اسی لئے صوفیاء اس کو جہاد اکبر کہتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے ؎

چونکہ آپ جامع الکمالات تھے عالم بھی اور صوفی بھی اس لئے اِدھر شریعت ظاہری کی پابندی بھی کرتے اُدھر تصوف کی منزلیں بھی طئے فرماتے سابقہ بیانات سے ظاہر ہے کہ آپ نے ہر طریقہ سے مجاہدۂ نفس فرمایا، کھانے میں، سونے میں، رہنے سہنے میں بہرحال جس طرح ضرورت پڑتی یا جس طرح نفس قابو میں آتا ہو اس طرح عمل فرماتے برسوں شب بیداری میں گذاردی۔ کبھی اس طرح بسر کرتے کہ رات و دن میں کچھ دیر سوتے اور پھر بیدار ہو جاتے کبھی روزہ رہتے کبھی افطار کرتے۔ سخت بچھونے پر سوتے، سادہ غذا کھاتے یہی وجہ ہے کہ آپ مجسم اخلاق تھے۔

تجرد

اس عنوان سے ناظرین کو ضرور تعجب ہوگا کہ آپ نے نکاح کیا اولاد ہوئی پھر تجرد کیا مگر حقیقت یہ ہے کہ اُدھر اتباع سنت کے لئے نکاح ضروری تھا آپ نے نکاح کر لیا اِدھر تزکیہ نفس و دینی وقومی خدمات کے لئے بموجب ارشادی باری تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ وَ اَوْلَادِکُمْ عَدُوًّا لَّکُمْ فَاحْذَرُوْھُمْکے تجرد کی ضرورت تھی چنانچہ آپ کی زوجہ محترمہ نے انتقال فرمایا ہے اس وقت آپ کی عمر انتالیس (۳۹) سال کی تھی۔ قویٰ نہایت اچھے تھے آمدنی معقول تھی اور مزید یہ کہ اولاد ذکور میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا بہر حال آپ دوسرا عقد فرما سکتے تھے مگر آپ نے محض رضائے الٰہی اور مجاہدۂ نفس کی خاطر سب کچھ برداشت فرمایا۔ دوسرا عقد نہیں کیا۔

فیضان

جس طرح فیاض ازل نے مولانا کو کمالات ظاہری و باطنی سے نوازا تھا اُسی طرح آپ نے بھی اُس سے ملک وقوم کو فیض پہونچایا پچھلے صفحات میں جن خوبیوں کا ذکر کیا گیا وہ ایسی تھی جو زندگی کے ساتھ تھیں۔ اب ایسے فیوض کا ذکر کیا جائے گا جن کو خیر دائم کیا جا سکتا ہے اور انشاء اللہ اس کا اثر ایک عرصۂ دراز تک رہے گا۔

فیضِ صحبت

جو کوئی مولانا کی صحبت میں رہا ضرور فیض پایا دوست احباب تو خیر ملازمین تک پابند صوم وصلوٰۃ اور شریعت پر عامل تھے حضرت غفران مکاں علیہ الرحمہ کی تعلیم مولانا کے ذمہ بہت تھوڑے عرصہ تک رہی اسلئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ممدوح پر کیا

اثرات مرتب ہوئے البتہ اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ تقریباً (۲۱) سال زیر تعلیم رہے ظاہر ہے کہ اعلیٰحضرت کی زندگی قرون اولیٰ کے

لے ترجمہ، اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیبیاں اور تمہارے بچے دشمن ہیں، پس ہوشیار رہو ان سے۔ (سورۂ تغابن، آیت ۱۴)

مسلمان سلاطین کا نمونہ ہے یہ مولانا ہی کی صحبت کا اثر ہے جو اعلیٰحضرت آصف جاہ سابع کے نام کی تمام عالم اسلام میں دھوم مچی ہوئی ہے جدھر دیکھئے جودوکرم کی نہریں جاری ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و اہل بیت اطہار سے محبت، علماء و مشائخین کی عزت تمام عالم اسلام سے اخوت، دین و مذہب کے جانب رغبت غیر مذہب سے رواداری اور مساکین ممالک غیر و بیوگان وغیر کی امداد، صحبت و تعلیم ہی کے اثرات ہیں۔ بہر حال شاہ ذی جاہ کے کہاں تک خوبیاں گنائیں اگر گنائی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے یہ سب کچھ مولانا ہی کا فیض ہے۔

مالی

پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ مولانا نے ملک وقوم کی خاطر اپنا سب کچھ اثاثہ لٹادیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ سے جس قدر بھی ممکن تھا قوم کے لئے خزانہ شاہی سے بھی خرچ کرنے میں دریغ نہیں فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امور مذہبی کے لئے اتنی رقم منظور کرائی ہے کہ بعض عہدہ دار یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ کیا آپ ملک کا پورا خزانہ اسی میں صرف کروائینگے۔ ایک تو ان تمام تفصیلات کے مواد کی فراہمی مشکل دوسرے باعث طوالت ہے اس لئے صرف چند امور لکھے جاتے ہیں۔ اس میں ایک خاص بات قابل لحاظ ہے کہ مولانا کا فیض ملک و بیرون ملک سب جگہ کے لئے عام تھا کسی جگہ کوئی خصوصیت نہیں تھی۔

مدارس

علوم دینیہ کے لئے مولانا کی زندگی وقف تھی اس کا اندازہ ذیل کے مدارس کی فہرست سے ہو سکے گا جن میں سے بعض کو مولانا نے قائم فرمایا اور بعض کے نام امداد منظور کرائی۔

۱) قیام مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف بہ اجرائی امداد ایک ہزار ماہانہ
۲) اضافہ امداد مدرسہ دار العلوم چھ سو ماہانہ
۳) امداد مدرسہ کولھاپور دوسو ماہانہ
۴) قیام مدرسہ حفاظ خلد آباد شریف بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس
۵) قیام مدرسہ حفاظ مکہ مسجد بہ اجرائی ماہوار ایک سو پچیس ماہانہ
۶) امداد مدرسہ بدایوں ماہانہ ایک سو پچیس
۷) امداد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سو ماہوار
۸) امداد مدرسہ فتح پوری دہلی ماہانہ پچاس
۹) امداد انجمن ہدایت الاسلام اورنگ آباد ماہانہ پچاس
۱۰) امداد مدرسہ میواڑ اودے پور ایک سو پچیس
۱۱) امداد مدرسہ برار ماہوار و یکمشت برائے تعمیر مدرسہ
۱۲) قیام مدرسہ دینیہ مسجد چوک
۱۳) قیام مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک مرحوم
۱۴) قیام مدرسہ دینیہ افضل گنج
۱۵) قیام مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدر شریف

(نوٹ) جن مدارس کے ساتھ رقمیں درج نہیں انکی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔

علماء وغیرہ

(۱۶) مولوی عبد اللطیف خاں صاحب بھوپالی نے مختلف صنعتوں سے قرآن مجید کی کتابت کرائی تھی اور اس کو طبع کرانا چاہتے تھے جب مولانا نے اس کو دیکھا تو اس جدت کی داددی اور خزانہ شاہی سے پچاس روپیہ ماہوار تا حیات کا وظیفہ جاری کرایا اور تین ہزار کلدار برائے طباعت دلائے۔

(۱۷) حکیم یعقوب خاں صاحب ساکن بمبئی نے ان علاقوں میں اشاعت اسلام کے خیال سے جہاں عموماً مرہٹی بولی جاتی ہے کلام مجید کو مرہٹی زبان میں ترجمہ کرکے پیش کیا۔ مولانا نے اس کے صلہ میں پچاس (۵۰) ماہوار کا وظیفہ تا حیات منظور کرایا اور پندرہ ہزار کلدار نقد طباعت کے لئے دلوائے۔

۱۸) متولی صاحب اجمیر شریف کے نام تین سو ماہانہ اور ایک ہزار نقد رخصتانہ

۱۹) خطیب صاحب جامع مسجد دہلی ماہانہ تین سو

۲۰) شیخ حمزہ خادم روضۂ اطہر مدینہ طیبہ ماہانہ تین سو روپیہ

۲۱) ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب معالج خصوصی سمیات کے نام صرف خاص مبارک سے تین سو اور علاقہ دیوانی سے دوسو ساٹھ (۲۶۰) ماہانہ صاحب موصوف ہر جانور اور ہر قسم کے زہر کا علاج کرتے ہیں۔ سابق میں ایسے مریض دوسرے مقامات پر جانے کے مصارف ومصائب برداشت کرتے تھے)

۲۲) مفتی اعظم علی صاحب شائق کے انتقال کے بعد ان کی ماہوار سرکار سے بند ہوگئی تھی۔ مولانا نے دوبارہ جاری فرما کر ان کے کمسن صاحبزادوں کی تعلیم کا انتظام کروایا اور حیدرآباد کے دارالافتاء کو مٹنے سے بچالیا۔

۲۳) منتظم صاحب نقار خانہ اجمیر شریف ماہانہ پچھتر (۷۵)

۲۴) تفسیر روح الایمان کی طباعت کے لئے مولوی فتح الدین صاحب پنجابی کو دو ہزار کلدار۔

۲۵) مولوی محمد شاہ صاحب خمیسی کو حضرت رکن الدین تولہ رحمۃ اللہ علیہ گلبرگہ شریف کی درگاہ کا متولی مقرر کر کے معاش اجرا فرمایا۔ سابق میں درگاہ مذکور کا متولی نہیں تھا اس کے علاوہ ملک کے تقریباً چار سو علماء ومشائخین وغیرہ کو خزانہ شاہی سے ماہواریں کرائیں ۔حرمین شریفین ودیگر ممالک کے لوگ اس کے سوا ہیں جن کی تفصیل باعثِ تطویل ہے۔

مساجد ومزارات

۲۶) امداد برائے تعمیر مسجد اسٹریلیا چالیس ہزار (۴۰۰۰۰)۔

۲۷) امداد برائے تعمیر مسجد بصرہ۔

۲۸) نل اندازی بہ مساجد۔

۲۹) انتظام برقی روشنی بہ مساجد۔

۳۰) انتظامی فرش سنگ سیلو شامیانہ برائے عیدگاہ اورنگ آباد۔

۳۱) تعمیر مسجد مٹھوارہ، اس مسجد کی بناء میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ نزاع تھی آپ نے اپنے تدبر سے رفع نزاع کر کے اخراجات سرکاری سے مسجد کی تعمیر کروادی۔

۳۲) تعمیر مسجد مخدوم پورہ گلبرگہ شریف، اس مسجد کی بناء میں اہل سنت و جماعت اور اہلِ حدیث کا اختلاف تھا آپ نے نہایت دانائی سے آپس میں صلح کروا کے اخراجاتِ سرکاری سے مسجد بنوادی۔

۳۳) تعمیر نقار خانہ اجمیر شریف۔

۳۴) تعمیر شاہ راہ قندھار۔

۳۵) برائے خریدی جانماز دو ہزار سالانہ۔اُن مساجد میں جہاں مصلے نہ ہوں یا بوسیدہ ہوگئے ہوں جانمازوں کی خریدی کے لئے یہ رقم منظور کروائی سابق میں ایسا کوئی انتظام منجانب سرکار نہیں تھا۔

۳۶) جھالرہ اجمیر شریف کی صفائی۔جھالرہ درگاہ شریف کے متصل ایک باؤلی ہے جس سے تمام آبادی سیراب ہوتی تھی۔سوتے بند ہوجانے سے قلت آب کی تکلیف ہوگئی تھی آپ نے بہ مصارف سرکاری صاف کروادیا جس کی وجہ سے اجمیر شریف کی آبادی کو پانی کا بہت آرام ہوگیا۔

۳۷) تعمیر سرائے متصل درگاہ حضرت سید سعید الدین عرف حاجی سیاہ سرور مخدوم رحمتہ اللہ علیہ واقع قندہار شریف۔

۳۸) تقریباً چالیس سال سے مساجد کے لئے جدید ماہواروں کی اجرائی موقوف ہوگئی تھی اور یہ مد موازنہ سے خارج ہوگیا تھا۔آپ نے بڑے کوششوں سے دس سال کے لئے سالانہ دو ہزار چارسو کی منظوری حاصل فرمائی۔

۳۹) پہلے مصارف سرکاری سے تین سو آدمی حج وزیارت جایا کرتے تھے آپ نے اور دوسو آدمی کا اضافہ کروایا اوران کے مصارف کے لئے جیب خاص شاہی سے دس ہزار سالانہ منظور کروائے۔

۴۰) سڑکوں پر کی روشنی عموماً رات میں ساڑھے گیارہ کے بعد گل ہوجاتی تھی آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ ایام متبرکہ میں روشنی تمام رات رہا کرے تاکہ ان لوگوں کو جو مجالس ووعظ وغیرہ میں سے لوٹتے ہوں تکلیف نہ ہو۔

۴۱) سابق میں میلاد النبی ﷺ اور معراج مبارک کی تعطیل ایک ایک روز کی ہوتی تھی آپ نے بلحاظ تقدس وعظمت اُن تقاریب کے علاوہ ایک ایک یوم کی تعطیل کا اضافہ منظور کروایا۔ آج بھی تعطیلیں ہوتی ہیں مگر مسلمانوں کو اس کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہ تعطیلیں کیوں دی گئی ہیں اور ہم اس کو کس طرح صرف کریں۔

۴۲) حیدرآباد میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحیح تاریخ وفات بھی معلوم نہیں تھی آپ نے اُن کے ایام وفات میں انعقاد مجالس کی بنیاد ڈالی جو مکہ مسجد میں سررشتہ مذہبی کی جانب سے ہوتی ہیں بعد میں اعلیٰحضرت نے ایک ایک یوم کی تعطیل بھی منظور فرمادی۔

اصلاحات

سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی گمراہی اور تباہی پر رحم کھا کر اللہ پاک نے اُن کی اصلاح کے لئے مولانا کو بھیجا۔ اگر مولانا کے کارناموں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ آپ نے اصلاح مسلمانان کا کام کس خوبی سے انجام دیا۔ یہ کام مسلمانوں کا تھا کہ ایسے شفیق مصلح کی ہدایت پر چلتے مگر افسوس وصد ہزار افسوس کہ ایک طرف مولانا کی بے وقت وفات اور دوسری طرف قوم کی جاہلانہ غفلت سے کوئی خاطر خواہ فائدہ ملک وقوم کو نہیں پہنچ سکا۔

ہم ان اصلاحات کا ذکر اجمالاً کرتے ہیں ممکن ہے کہ مسلمان اس سے راہِ ہدایت پائیں اور اپنی دنیا وعاقبت سنوارلیں۔

آپ نے جو کوشش صرف مسلمانوں خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی اصلاح کیلئے فرمائی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱) صدارت العالیہ کو مستقل محکمہ کی صورت عطا فرمائی اور اس کے عملہ میں توسیع کی ورنہ سابق میں برائے نام محکمہ ایک نائب صدر الصدور اور ایک اہلکار کا تھا اور تجویز تھی کہ اس کو کسی دوسرے دفتر میں ضم کر دیا جائے بعد توسیع اُس کے ذمہ آپ نے اصلاح مسلمانان انتظام سیاہیہ جات نکاح و تنقیح خدمات شرعیہ کا کام تفویض فرمایا۔

۲) انجمن اصلاح مسلمانان قائم فرمائی جس کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے۔

۳) تین واعظین کے نام سوسو روپیہ اور ایک کے نام پچاس روپیہ ماہوار جاری کروائی جس کے ذمہ تھا کہ وعظ کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح کریں۔ یہ بلدہ میں بھی وعظ کہتے اور وقت ضرورت اضلاع پر بھی جاتے۔

۴) زمانۂ جنگ میں راستہ پر امن نہ ہونے کے باعث کئی سال حجاج نہ جاسکے اس گنجائش کی رقم محفوظ تھی آپ نے واعظین کو اخراجات دے کر اضلاع کو روانہ فرمایا کہ وہ دیہات کے مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح کریں۔

۵) سالانہ دو ہزار کی رقم آپ نے اس لئے منظور کرائی کے اس سے دینیات کی کتابیں خرید کر کے غیر مستطیع مسلمانوں کو مفت دی جائیں۔

۶) نواب غفران مکان کی ایصال ثواب کی رقم سے دینیات کی کتابیں اسی غرض کے لئے خرید فرما کر ارسال کروائیں۔ اور یتیم سیدانیوں کا نکاح کروادیا۔

۷) چونکہ قضاء اور دیگر اہل خدمات شرعیہ کے ذمہ کچھ زیادہ کام نہ تھا اور مسلمانان دیہات کی حالت خراب تھی۔ حکم نافذ فرمایا کہ یہ حضرات ہر سال اپنے علاقہ میں دورہ کر کے مسلمانوں کی اصلاح کر کے ان کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں اور اس کی اطلاع صدارت کو دیا کریں۔

(ب) عام طور پر جو اصلاحیں قوم و ملک کے فائدہ کیلئے کیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۸) مکہ مسجد میں ہمیشہ نماز جمعہ دو بجے ہوا کرتی تھی۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نماز جمعہ اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مطابقِ سنت اس کا انتظام فرمایا۔

۹) مکہ مسجد میں نمازِ جنازہ صحن میں ہوا کرتی تھی ایک تو کثرت مصلیوں کے باعث اور دوسرے گرمی و بارش کے سبب سے مصلیوں کو تکلیف ہوتی تھی اسلئے آپ نے محراب کے پاس ایک دروازہ لگوایا، جنازہ بیرون مسجد دروازہ کے پاس رکھ دیا جاتا وقت پر دروازہ کھول کر نماز جنازہ پڑھا دی جاتی۔ اس سے ایک طرف تو مصلیوں کو آرام ہوگیا اور اُدھر جنازہ کو اندرون مسجد لانے کی کراہیت رفع ہوگئی۔

۱۰) آبادی سے باہر بہت سی ویران مسجدیں ایسی تھیں جن کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ آپ نے ان کو بند کروادیا تا کہ خانہ ہائے خدا خرافات بننے سے بچ جائیں۔

۱۱) بہت سی درگاہیں ایسی تھیں جن کی حالت خراب تھی ان کی آمدنی ان پر خرچ نہیں کی جاتی بلکہ سرکار سے جو جاگیریں وغیرہ عطا ہوئی تھیں وہ قرضوں میں مکفول ہوگئی تھیں آپ نے ان سب کو اصلاح فرمائی اور ادائی قرضہ جات کا معقول انتظام فرمایا۔

۱۲) قدیم سے دستور تھا کہ اعراس کے موقع پر طوائف اولیائے کرام کے مزارات پر آکر مجرا دیا کرتی تھیں جس سے اقسام کے لغویات ہوتے تھے اور یہ یقیناً اولیائے کرام کی ناراضی کا سبب بھی تھا آپ نے حکم جاری فرمایا کہ آئندہ سے درگاہوں پر طوائف کے مجرے نہ ہوا کریں۔

۱۳) قدیم سے موذن، پیش امام و دیگر اہل خدمات شرعیہ کے تقرر وراثۃً ہوتے تھے، اہلیت کا کوئی لحاظ نہ تھا جس سے تخریب کار یقینی تھی اور جب سے کہ عدالتی

اختیارات قضاۃ سے لے لئے گئے اس وقت سے نہ کسی کی توجہ ان کے جانب تھی نہ خود انکو اپنی حیثیت کا احساس تھا مگر نکاح وغیرہ کے مثل بعض اموران سے متعلق تھے جس میں بعض نا اہلیت کے باعث لغزشیں کر جاتے اس لئے آپ نے ان سب کے لئے امتحانات مقرر فرمائے اور یہ شرط لگا دی کہ جب تک مدرسہ نظامیہ میں مقررہ نصاب کے مطابق امتحان نہ دے لیں اس وقت تک معمور بہ کار نہ کئے جائیں۔

۱۴) اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی انتظام فرمایا کہ اہل خدمات شرعیہ کے لڑکے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پائیں، ان میں سے جن کی آمدنی معقول تھی وہ لڑکوں کے مصارف خود برداشت کریں جو کم استطاعت تھے ان کی امداد محکمہ صدارت العالیہ خزانہ شاہی سے ادا کرے اور مدرسہ نظامیہ میں ان کے رہنے سہنے، کھانے، لباس، کتب درسی وغیرہ سب کا انتظام کیا جاتا۔

۱۵) مسلخوں میں بھی بد نظمی تھی ذبح کے لئے ایسے جاہل لوگ مقرر تھے جو مسائل ذبح سے تک ناواقف تھے۔ آپ نے اس بد نظمی کو دور فرمایا اور تعلیم یافتہ اشخاص مقرر فرما کر مسلمانوں کو حرام کھانے سے بچالیا۔

۱۶) جہاں مسلمانوں میں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں وہاں معاملات نکاح بھی تھے اس میں اقسام کی جعل و دھوکہ بازیاں کی جاتی تھیں، جعلی سیاہے بنائے جاتے وراثت و مہر کے جھوٹے دعوے کئے جاتے جس کی اصلاح کے لئے آپ نے جدید وضع کے تختے تیار کروائے جس کی وجہ سے ایسی جعلسازیاں ہونے کا بہت کم احتمال ہے۔

۱۷) باوجود قطعی حرمت و شدید وعیدوں کے مسلمان اُم الخبائث و دیگر مسکرات کے استعمال کے اس قدر رشیدا ہیں کہ الامان جب ان کو اسلام کے احکام کا پاس نہ تھا تو ایام متبرکہ کا کیا خیال کرتے، مولانا کا خیال تو یہ تھا کہ مبتلائے مسکرات مسلمانوں کے

لئے حد نہیں تو کم از کم کوئی تعزیر ہی مقرر فرمائیں تا کہ مسلمان اس بلا سے محفوظ رہ سکے مگر مولانا کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی اس لئے آپ نے یہی غنیمت سمجھا کہ کم از کم ایام متبرکہ میں تو اس قسم کا ارتکابِ گناہ نہ ہونے پائے۔

۱۸) طوائف کا یہ معمول ہے کہ آباد شاہراہوں اور پُر رونق بازاروں میں رہتی ہیں بلدہ حیدرآباد میں بھی ان کا یہی حال تھا بلکہ بعض مساجد کے قریب یہ چکلہ بنائے ہوئے تھیں۔اس طرح سر بازار بیٹھنا کس قدر مخربِ اخلاق ہے اس کا ہر شریف آدمی اندازہ کرسکتا ہے اس لئے آپ نے حکم نافذ فرمایا کہ آئندہ سے کوئی کیسی شارع عام پر نہ رہا کرے۔

۱۹) مسلمانوں کے مقابر غیر محصور تھے جس کی وجہ سے جانور وغیرہ کی نجاست اور لوگوں کی آمد ورفت سے ان کی بے حرمتی ہوتی تھی آپ نے محصور فرما کر اس سے بچالیا۔

۲۰) کم تولنے اور کم ناپنے کے متعلق کلام پاک میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں ،(حضرت) ہود علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم تو اسی وجہ سے تباہ کردی گئی ریاست حیدرآباد میں اوزان صحیح نہ تھے۔بناء بریں آپ نے تمام باٹ اور پیمانوں کی تنقیح فرما کے صحیح پیمانے رائج کردیئے ،موجودہ تول وناپ کے پیمانے آپ کی توجہ کے اثرات ہیں۔

۲۱) مطلع صاف نہ ہونے پر رؤیت ہلال کی جو خبریں باہر سے منگوائی جاتی تھی ان میں اختلاف ہوا کرتا تھا،خصوصاً یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا کہ مخبار (ٹیلی گراف) کی خبر پر شرعاً اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں اس بارے میں آپ نے علماء کی ایک مجلس منعقد فرمائی جس نے بعد تحقیق یہ رائے دی کہ شرعاً مخبار کی خبر قابل اعتماد نہیں ہے،اس پر آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ حوالی بلدہ کے بلند مقامات پر نظم جمعیت کے سوار روانہ کئے جائیں جو رؤیت کی خبر صدر الصدور کو پہنچائیں اس کے علاوہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں جہاں کہیں رؤیت ہو وہاں

سے دو آدمی اخراجات سرکاری سے صدرالصدور کے ہاں بھیجے جائیں تا کہ شہادت حسب احکام شرع شریف دیں۔

۲۲) آپ نے ایک تحریک پیش فرمائی تھی کہ تمام مدارس سرکاری میں ایک ایک معلم مقرر کیا جائے جس کے ذمہ صرف تعلیم دینیات ہو اور اس کے لئے موازنہ میں ایک لاکھ روپیہ منظور کئے جائیں مگر افسوس ہے کہ آپ کے وصال کی وجہ سے یہ تحریک یوں ہی رہ گئی اب مدارس میں تعلیم دینیات تو ہوتی ہے مگر برائے نام پہلے تو اس مضمون کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی نہ اس کے لئے کافی وقت دیا جاتا ہے نہ اس میں ناکام رہنے کا کوئی اثر ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مدارس اضلاع تو ایک طرف مدارس بلدہ کے طلبہ ختم تعلیم کے بعد بھی نماز و قرآن، ناظرہ خوانی جیسے اہم اور آسان چیزوں سے بھی واقف نہیں رہتے اس پر بھی غیر مسلم تو خیر، مسلمان جو اپنے آپ کو مسلمان ماں باپ کی اولاد سمجھتے ہیں بار بار یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ مدارس سرکاری سے تعلیم دینیات دور کردی جائے ''وائے برحال مسلمانان'' ایسی صورت میں بے ساختہ مولانا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کہ کاش اللہ جلّ شانہ مولانا کو اور کچھ دن زندہ رکھتا اور آپ اس عالم گیر دہریت کا مقابلہ فرماتے۔

۲۳) پہلے بعض درگاہوں میں عرس کے ساتھ مینا بازار (زنانہ بازار) کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ اس میں جو خرابیاں وقوع پذیر ہوتی تھیں ان کو بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے ان خرابیوں کے انسداد کے لئے آپ نے مینا بازار ہی بند کروادئے تا کہ نہ بناء فساد رہے نہ فساد ہونے پائے۔

۲۴) رمضان المبارک میں جو لوگ روزہ نہ رکھیں ان پر واجب ہے کہ کم از کم حرمت رمضان کے خیال سے علانیہ کھانے پینے سے احتراز کریں سابق میں دن میں ہوٹلیں کھلی رہتیں اور لوگ علانیہ کھاتے پیتے اور بعض جگہ شادیاں ہوتیں علی الاعلان دن میں دعوت

ہوتی تھی آپ نے ان امور کا انسداد فرمایا تا کہ احکام شرعیہ کی علانیہ بے حرمتی نہ ہونے پائے۔

۲۵) پست اقوام میں ایک رسم ہے کہ کم عمر لڑکیوں کو کسی دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے کوئی شادی نہیں کرتا جو مرلی کہلاتی ہے اب مرلی کا اختیار ہے کہ جس مرد سے چاہے تعلق پیدا کرے کوئی روک ٹوک نہیں۔ ہجڑے وہ مرد ہیں جو علامت تذکیر کو قطع کر کے عورتوں میں ملنے کی کوشش کریں ظاہر ہے کہ یہ دونوں طبقے معاشرت کے لئے کس قدر مضر ہیں اس لئے مولانا نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ سے مرلیاں اور ہجڑے نہ بنا کریں مگر افسوس ہے کے مولانا کے وصال کی وجہ سے یہ طبقے مٹ نہیں سکے سنتے ہیں کہ باوجود ممانعت کے مرلیاں اب بھی بنائی جاتی ہیں اور ان پر کوئی داروگیر نہیں اور مخنثوں نے دوسری صورت اختیار کر لی اور دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ قوم ان خرابیوں کے اصلاح کی جانب متوجہ ہوتا کہ یہ سب بڑی اخلاقی برائیاں ملک سے دفع ہو جائیں۔

۲۶) مسلمان دین سے اتنے بیگانہ ہوتے چلے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ انتہا یہ کہ اپنے عزیز و اقارب کی آخری خدمت یعنی تجہیز و تکفین بھی نہ کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں۔ اس فرض کفایہ کی ادائی کے لئے ایک پیشہ ور جماعت غسالوں کے نام سے موسوم ہے پہلے ان کا یہ حال تھا کے نہ مسائل شرعیہ سے واقف نہ دین سے یگانہ جس کی وجہ سے تجہیز و تکفین حسب احکام شرع نہیں ہو سکتی تھی۔ مولانا نے اس خرابی کے انسداد کے لئے ایک امتحان مقرر فرمایا اور حکم دے دیا کہ کوئی پیشہ ور غسال جب تک اس امتحان میں کامیاب نہ ہو یہ خدمت انجام نہ دے۔

۲۷) حیدر آباد میں قدیم دستور تھا کہ ۲۸/رمضان المبارک نرخی (صدر الصدور) کی سواری شہر میں نکلتی تھی جس کی غرض بازار کا نرخ دریافت کرنا اور مکیال و موازین

کی تنقیح تھی مگر بعد میں تو صرف یہ ایک رسم کی صورت رہ گئی تھی بلکہ اور دیگر خرابیوں کے ساتھ اس میں بھی ایک خرابی پیدا ہو گئی تھی وہ یہ کہ صدر الصدور کے ہمراہی تمام بازار کو لوٹ لیا کرتے تھے اسلئے دستور ہی کو مٹا دیا کہ نہ علت رہے نہ معلول۔

مشاغلِ علمی

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا کو بچپن ہی سے علم کا اس قدر شوق تھا جس کا اندازہ مشکل۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی شوق علم کا نشہ بھی تیز ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ آخر عمر میں آپ نے رات کا سونا حرام کر دیا دن رات میں جو وقت فرصت کا ملتا بس مطالعہ تدریس یا تالیف وتصنیف میں صرف فرماتے۔

کثرت مطالعہ

کثرت مطالعہ کا یہ عالم کہ آپ کے وسیع کتب خانہ کی اکثر کتابیں ایسی تھیں جن پر مولانا نے ابتداء سے انتہا کچھ نہ کچھ تحریر کیا ہو جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے ان کا نہایت تفصیلی مطالعہ کیا ہے۔ایک دفعہ آپ نے راقم سے فرمایا کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نہایت کثرت سے مطالعہ کرتے تھے۔اور کوئی وقت فرصت مطالعہ سے خالی نہ رکھتے تھے۔ جب ایک فن سے آپ کا جی اکتا جاتا تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع فرما دیتے۔ اس ارشاد سے راقم نے قیاس کیا کہ مولانا کا مطالعہ بھی اسی اصول پر مبنی ہے۔ یہ شوق تو آپ کا ذاتی تھا۔ ملاحظہ ہو کہ آپ کے اس شوق علم سے قوم و ملک کو کیا فائدہ پہنچا۔ گو اس کو فیضان کے عنوان میں درج ہونا چاہیئے تھا مگر شرف علم اور اس کی اہمیت کے اعتبار سے جداگانہ عنوان کی ضرورت پڑی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسے دماغ بہت کم پیدا ہوتے ہیں جو بیک وقت کئی کام کر سکتے ہوں۔ اس کے علاوہ ایسے اشخاص بہت کم ہوتے ہیں جو اپنی تمام قابلیتوں سے کما حقہ کام

لیں۔ نپولین اعظم کے متعلق لوگ آج تک حیرت کرتے ہیں کہ وہ کیونکر ملکی معاملات کے ساتھ ساتھ علمی مشغلہ بھی جاری رکھ سکا۔ یہی حالت مولانا کی بھی ہے۔ ایک طرف ملکی معاملات میں اس قدر انہماک کہ دن رات نئے نئے اصلاحات جاری کرنے کی فکر اور قوم کو سنبھالنے کا خیال تو دوسری طرف کثرت مطالعہ تالیف وتصنیف کے علاوہ سلسلہ درس بھی آخر عمر تک جاری، حق تو یہ ہے کہ قوم ایسے لوگوں کو جتنی توقیر کرے کم ہے۔

تدریس

جیسا کے سابق میں بیان ہوا ابتداء میں تو آپ کا مشغلہ درس و تدریس ہی تھا جوں جوں سرکاری ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا یہ شغل کم ہوتا گیا۔ ہر ہفتہ طلبہء مدرسہ نظامیہ کے امتحانات لیا کرتے تھے وزارت کے بعد اس کے لئے بھی وقت نہیں نکال سکے مگر ایسی ہستیاں بہت کم نظر آتی ہیں۔ جو اتنے بڑے عہدے پر فائز ہونے کے بعد بھی رات کے بارہ بجے تک اپنا آرام چھوڑ کر درس دیں آخر عمر تک آپ کا یہ معمول تھا کے بعد نماز عشاء فتوحات مکیہ کا (جو فن تصوف میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مشہور کتاب ہے) درس دیا کرتے تھے جو کم وبیش آدھی رات تک جاری رہتا تھا۔

تالیف وتصنیف

اسکے ساتھ ساتھ تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا مولانا کی کل مؤلفات کم و بیش چالیس تک پہنچی ہیں جو زمانہ کے ضروریات کے مطابق تالیف کی گئیں اور بجز ایک دو کے تقریباً سب چھپ چکی ہیں جن میں سے بعض کو مولانا نے اپنے ذاتی صرفہ سے طبع کروایا ان کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اکثر کتابیں دوبارہ سہ بارہ طبع ہوئی ہیں۔

انجمن اشاعت العلوم

ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کے تمام کام اللہ اور صرف اللہ کے واسطے ہوتے تھے کبھی دولت پیش نظر نہیں رہی اسلئے تصانیف کی اس قبولیت نے مولانا کی فکروں میں اضافہ کر دیا۔ تصانیف خود طبع کرواتے اور اصل لاغت پر فروخت کرتے بلکہ اکثر ضرورت مند یا کم مایہ لوگوں کو مفت یا کمی قیمت پر عنایت فرماتے مگر آفت تو یہ تھی کہ مولانا کے پاس جیسا کے پچھلے صفحات میں معلوم ہوا کبھی روپیہ جمع نہیں رہتا تھا جس کی وجہ سے بعض وقت کتابوں کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو جاتی جو مولانا کو مضطرب رکھتی آخر میں خدائے قدوس نے اس مانع کو رفع فرمایا اور ۱۸/ شوال المکرّم ۱۳۳۰ھ کو حسب فرمان مولانا کے نام پانچ سو روپیہ ماہوار جاری ہوئی جس کے لئے حکم تھا کہ علوم دینیہ کی اشاعت کے کام میں لائی جائے۔

آہ! کہاں ہیں ایسے لوگ جو ملک وقوم کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کر دیتے تھے اور جن کے فقدان نے ملک کو اس درجہ ہلاکت میں ڈال دیا خیر تو کہنا یہ ہے کہ مولانا نے اس کو اپنی ذات کے لئے سمجھنے کے بدلے اس ماہوار سے ایک انجمن بنام ''انجمن اشاعت العلوم'' کی بناء ڈالی جس کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ ایسے اہل علم کی مفید قوم و ملک تصنیفات جو بوجہ کمی سرمایہ کے طبع نہ کرا سکتے ہوں طبع کروا کے شائع کرے مولانا اپنی زندگی تک اُس کے میر مجلس رہے اور انجمن کے خلوص کے ساتھ نہایت بیش قیمت خدمات انجام دیں اور کئی کتابیں شائع کروائیں مگر مولانا کے وصال کے بعد اس میں وہ بات نہیں رہی اب تک اس مجلس نے عربی میں (۱۸) فارسی میں (۲) اردو میں (۵۶) جملہ (۷۶) کتابیں شائع کی ہیں.

مولانا علیہ الرحمہ کے جملہ تصانیف پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جا سکتی البتہ مختصر طور پر ہر ایک کی کیفیت لکھی جاتی ہے کیونکہ ان سب کا مطالعہ عموماً زمانہ حاضرہ کے لئے مفید اور کار آمد معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) کتاب العقل

انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنی ذات و عقل کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور کسی کو اسکے مقابل کا نہیں سمجھتا جب تک صحیح تعلیم و تربیت اس میں سے یہ انانیت نہ نکالے اس وقت تک وہ منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔

صحیح تعلیم اسلامی تعلیم ہے اور بہترین تربیت اسلامی اصول پر ہوسکتی ہے جن لوگوں کی تعلیم و تربیت اس کے خلاف ہوتی ہے ان کی عقل راہ راست سے دور رہتی ہے۔

مولانا علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسانی عقل چاہے کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو غلطی کرتی ہے ابتداء میں حکماء قدیم کے مسلمہ مسائل اور ان کے اصول کو بیان کر کے عقل کی غلطی بتلائی ہے اسکے بعد حکماء جدید کے اصول سے بحث کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ جو کچھ انسانی عقل پیش کرتی ہے یا جن مسائل مذہبی کے سمجھ میں نہ آنے کے سبب اعتراض ہوتا ہے اسی طرح مسائل عقلیہ بھی ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بہترین دماغوں کی سعی کا نتیجہ ہیں لیکن یہ بھی مخالفین کے اعتراضوں کے سامنے بیکار ہیں مگر باوجود اسکے موجودہ زمانہ میں ایسے قیاسات عقلی پر تو دل و جان سے یقین رکھا جاتا ہے اور مذہبی یقینیات پر محض اس لئے کہ وہ خدا کی جانب سے ہیں غور کرنے سے انکار کیا جاتا ہے۔

اور ان کے ماننے میں پس و پیش اسلئے ہم یہاں اس کتاب کے چند مباحث لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کے عقل انسانی حقیقت میں کتنی عاجز اور محتاج ہے۔

الف) اب تک کسی کو علم کی حقیقت نہیں معلوم جتنی تعریفیں اب تک کی گئی ہیں سب پر اعتراضات عائد ہوسکتے ہیں. اگر چہ کہ ہر تعریف کرنے والے نے کئی کئی دلیلیں پیش کی ہیں مگر معترضین کے اعتراضات کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔

(ب) عقل کو خود اپنی حقیقت نہیں معلوم حکماء چاہے قدیم ہوں یا جدید ہر چیز کی

حقیقت بتلانے کا دعویٰ کرتے ہیں. مگر یقین سے یہ نہیں بتلا سکتے کہ عقل کی حقیقت کیا ہے جتنے منہ اتنی باتیں لطف یہ کہ حکماء کے اقوال اکثر ایک دوسرے سے نہیں ملتے ایک دوسرے کے خلاف میں ہیں۔

(ج) بصارت کے متعلق حکماء کے مختلف اقوال نقل کر کے آپ نے ثابت کیا ہے کہ انسان کی بصیرت ایسی علانیہ اور ظاہر چیز کی حقیقت وادراک سے بھی محروم ہے۔

(د) کشش ثقل پر نہایت مدلل اعتراضات کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ علوم جدیدہ کا اتنا تیقن اور متفق علیہ مسئلہ بھی معترضین کے اعتراضوں کے سامنے بیکار ہو جاتا ہے۔

اس زمانہ میں مسلمانوں اور خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں یہ ایک صحیح خیال پیدا ہو گیا ہے کہ دین اسلام عقل انسانی کے بالکل مطابق ہے لیکن بدقسمتی سے اس کا مفہوم غیر صحیح لیا جارہا ہے یعنی ہر انسان چاہے بیوقوف ہو یا احمق دین اسلام کو اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے خود مولانا علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ دین اسلام عقل انسانی کے مطابق ہے لیکن اس کے یہ معنٰی نہیں کہ ہر انسان احکام دین کو اپنی عقل و سمجھ کے مطابق کرنے کی کوشش کرے اس طرح دین دین نہیں رہے گا بلکہ دین ایک کھلونا بن جائے گا جس کو جس طرح چاہا بنالیا بلکہ اس کے یہ معنٰی ہیں کہ احکام اسلام تو فطرت صحیح اور عقل سلیم کے مطابق رہیں گے خواہ ہر ذی عقل کے عقل کی رسائی ان تک نہ ہو۔

چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اس لئے ہم ناظرین سے عموماً اور جدید تعلیم یافتہ حضرات سے خصوصاً خواہش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھیں اور دیکھیں کہ مولانا علیہ الرحمہ نے ان مسائل کو کس خوبی سے بیان فرمایا ہے غالباً اس کتاب کی تصنیف کا مقصود بھی یہی ہے۔

(۲) انوار احمدی

مدینہ طیبہ میں لکھی ہوئی سیرت النبی ﷺ پر ایک کتاب ہے جو مولانا علیہ الرحمہ کے جذبات حُب نبی ﷺ کا آئینہ ہے ایک ایک لفظ سے عشق مصطفوی ظاہر ہوتا ہے قابل مطالعہ ہے. مولانا الحاج حضرت امداد اللہ صاحب قبلہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر ایک تقریظ لکھی ہے اور اس کی بے حد تعریف فرمائی ہے۔

(۳) افادۃ الافہام، انوار الحق، مفاتیح الاعلام

جب ہندوستان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تدریجاً ادعا نبوت کی طرف قدم بڑھایا تو مسلمانوں نے مخالفت شروع کی مباحثے ہوئے مضامین لکھے گئے حیدرآباد میں غالباً مولانا علیہ الرحمہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مذہب قادیانی کی رد میں قلم اٹھایا اور افادۃ الافہام کے دو حصے انوار الحق اور مفاتیح الاعلام کے نام سے چار کتابیں لکھ کر شائع فرمادیں۔ لیکن ان میں سے کسی کا جواب بھی مرزا صاحب نے نہیں دیا اور اب تک رد کرنے والے حضرات ان کتب کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوئے غرض ان حصوں کے دیکھنے سے مذہبِ قادیانی کی اصلی تصویر دکھائی دیتی ہے امید کہ عامۃ المسلمین ان حصوں کا مطالعہ کریں گے۔

(۴) شمیم الانوار

مولانا علیہ الرحمہ شاعر نہیں تھے تصوف کے لگاؤ کے باعث جو خیالات وجذبات اٹھتے تھے ان کو کبھی کبھی نظم فرمادیا کرتے تھے۔ آپ کا کلام یقیناً عام مذاق کے مطابق نہ ہوگا البتہ وہ لوگ جو صوفیانہ مذاق رکھتے ہیں ضرور اس سے خط اٹھائیں گے کلام کا اکثر حصہ توحید ونعمت میں ہے۔

ہر کسے را با تو رازے دیگرے   ناز و انداز و نیازے دیگرے
عاشقاں را تا بخلوت گاہِ دل   ہست پنہاں ترک تازے دیگرے
عاشقاں را در بیان راز ہاست   ہر حقیقت را مجازے دیگرے
انور را افتادہ را اے دستگیر   نیست جز تو چارہ سازے دیگرے

یا الٰہی دل ز دستم می برد ایں بوئی کیست   دیں روا روہائے جانہائے عزیزاں سوئے کیست
یارب ایں آشوبِ صد شام غریباں موئی کیست   فتنہ روز قیامت قامت دل جوئے کیست
با کہ مانی اے قمر تا منظرت شدہ دل پذیر   ویں حکایت اے ہلال عیداز ابروئے کیست
انورا قصد تقرب باسگ کویش کنی   ہیچ میدانی کہ آں سگِ پاسبان کوئے کیست

(۵) حقیقۃ الفقہ (۲ حصے)

مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے کو اہل حدیث سے موسوم کرتا ہے وہ فقہ کا مخالف اور فقہاء کو بُرا بھلا کہنے والا ہے جو اکابرِ دین پر طرح طرح کے الزام دھرتا ہے اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فقہ کو علماء کا ایک ڈھکوسلا اور فقہ پر عمل کو نہ صرف غیر ضروری سمجھتا ہے بلکہ گمراہی بتلاتا ہے جس کی وجہ سے عام طور پر مسلمانوں پر بُرا اثر پڑنے کا قوی احتمال تھا اور ہے اس غلطی کو دور کرنے کے لئے مولانا علیہ الرحمہ نے یہ کتاب دو حصوں میں لکھی ہے ابتداء میں فقہ کی تاریخ بتلائی ہے اور اس کی تدوین میں فقہاء نے جو مصیبتیں اٹھائی ہیں ان کو ظاہر فرمایا ہے جس سے فقہ پر عائد ہونے والے اعتراضات خود بخود اٹھ جاتے ہیں اسی طرح عقل و نقل سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کرنا ہر شخص کا

کام نہیں ہے بلکہ احکام کے استنباط کرنے والوں میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ اس کے استنباط میں بجائے ہدایت کے گمراہی کا احتمال ہے غرض یہ حصے بھی قابل دید ہیں۔

(٦) مقاصد الاسلام (١١ حصے)

جب کبھی مولانا علیہ الرحمہ کو اپنے مشغلہء علمی میں کوئی خاص خیال پیدا ہوتا تو آپ اس کو ایک مضمون کی شکل میں لالیا کرتے تھے چونکہ ایسے مضامین بوجہ اختصار اس قابل تھے کہ عوام کے افادہ کے لئے ان کی اشاعت کی جائے اس لئے مقاصد الاسلام نامی ایک رسالہ جاری فرمایا جس کی اشاعت کوئی موقتی چیز نہیں تھی بلکہ جب کبھی کچھ مضامین جمع ہوجاتے شائع کردئے جاتے تھے اس کے مضامین کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مختلف قسم کے جواہر ہیں جو ایک لڑی میں پروئے گئے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے مدرسہ نظامیہ کا جا بجا ذکر فرمایا ہے جس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اسکے حالات وغرض وغایت اوراس کے کارناموں سے واقف ہوکر اسکی دامے درمے قدمے مدد کرے ان رسائل کے اہم مضامین حسب ذیل ہیں:۔

١۔ تمدن وتہذیب صرف انسان ہی کا حصہ ہے دوسرے کسی مخلوق میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے۔

٢۔ مسئلہ تقدیر کی تحقیق۔

٣۔ ولایت کس کو کہتے ہیں اوراس کے اہل کون ہوسکتے ہیں۔

٤۔ خلق الانسان علی صورتہ کی تشریح۔

٥۔ تصوف کیا ہے۔

٦۔ جزاءوسزا جنت ودوزخ اور قیامت کا دلائل عقلیہ سے اثبات۔

۷۔ مسئلہ جبر وقدر کی تحقیق۔

۸۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ کاملہ۔

۹۔ معجزہ اور اس کی ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معجزات کا اثبات۔

۱۰۔ بعض تاریخی واقعات۔

۱۱۔ اتباع صحابہ کی ضرورت کیوں ہے۔

(۷) ''رسالہ مسئلۃ الربٰوا''

یہ مختصر رسالہ ہے اس زمانہ میں اس قسم کے رسالوں کے مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اس میں مولانا علیہ الرحمہ نے ان مسائل سے بحث فرمائی ہے۔

الف۔ ربوا (سود) کس کو کہتے ہیں۔

ب۔ سود دار الحرب میں لینا جائز ہے یا نہیں۔

ج۔ ہندوستان دار الحرب ہے یا نہیں۔

د۔ دار الاسلام کب دار الحرب بن جاتا ہے۔

(۸) الکلامُ المَرفوع فیما یتعلّقُ بالحدیثِ المَوضوع

(اس) میں جمع احادیث اہلبیت راویٔ حقیقت محدّثین وفقہاء حفظ اسناد وغیرہ سے بحث فرمائی ہے۔

(۹) خدا کی قدرت

یہ ایک مختصر منظوم رسالہ ہے جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ انبیائے عظام اور اولیائے کرام سے استمد اد کر سکتے ہیں۔

(۱۰) رسالہ خلق افعال

نام سے اس کے مضمون کا اندازہ ہوسکتا ہے اس میں حق تعالیٰ کا خالق افعال ہونا ثابت کیا گیا ہے اور فرقۂ معتزلہ اور قدریہ کے اعتراضات کے جوابات فلسفیانہ طریقہ پر دئے ہیں۔

(۱۱) رسالہ انوار اللہ الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود

(اس رسالہ) میں عقل ونقل سے وحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے۔

(۱۲) رسالہ انوار اللہ

(اس رسالہ) میں مسلمانوں کو دلچسپ پیرایہ میں فریضۂ حج ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(۱۳) رسالہ چہل حدیث

(اس رسالہ) میں علم کے فضائل میں چالیس حدیث جمع فرمائے ہیں۔

(۱۴) رسالۂ بُشری الکرام

(اس رسالہ) میں محققانہ حیثیت سے میلاد شریف کو ثابت کیا ہے۔

(۱۵) کتاب التوحید

(اس رسالہ) میں نفس توحید کے مسائل لکھے ہیں۔

دائرۃ المعارف النظامیہ

سابق میں ذکر آچکا ہے کہ مولانا نے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں کچھ نایاب کتابیں اپنے ذاتی ہزاروں روپیئے خرچ کر کے نقل کروائی تھیں جب ۱۳۰۸ھ میں وہاں سے واپس ہوئے تو مولانا کو خیال گزرا کہ یہ علوم قدیمہ کا بیش بہا خزانہ کسی طرح تلف ہونے سے بچ جائے مولانا کے پاس اتنا سرمایا نہیں تھا جو خود طبع کرواتے کیونکہ جو کچھ تھا وہ سب وہیں مدینہ طیبہ میں صرف ہو چکا تھا اسلئے آپ نے ملا محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم سابق کمشنر انعام واول تعلقدار سرکار عالی سے مشورہ فرمایا اور آپ کی سعی و مدد سے اُسی سال مولانا نے ایک مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ کے نام سے قائم فرمایا جب کچھ دنوں بعد سرکار سے ماہانہ پانچ سو روپیئے امداد منظور ہوئی تو مولانا نے اس کے انتظامات ایک انجمن کے تفویض فرمادئے۔ دائرہ کی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب شیخ علاء الدین مرحوم برہان پوری کی تالیف کنز العمال شائع کی جو حدیث نبویہ کا بہترین مجموعہ ہے اور جس کو مولانا مدینہ طیبہ سے نقل کرواکے لائے تھے اور اب دائرہ کی حالت نہایت مستحکم ہوگئی ہے اس وقت تک دائرہ نے (۷۶) نادر الوجود عدیم المثال کتابوں کے (۱۶۰) حصے شائع کئے ہیں جو قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں اور اس وقت اس کا سرمایہ محفوظ (۵ لاکھ) تیس ہزار اور ماہوار آمدنی تخمیناً (۳۰۰۰) سکہ عثمانیہ ہے۔

کتب خانہ آصفیہ

کتب خانہ آصفیہ کا بلحاظ علمی نادرات کے ہندوستان کے مشہور کتب

۱؎ جو،اب دائرۃ المعارف العثمانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲؎ اس کے بعد سے اب تک اس دائرہ نے بے شمار کتابیں شائع کی ہیں۔

خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کے قیام کا واقعہ مولانا نے بر سبیل تذکرہ راقم الحروف سے اس طرح فرمایا کہ ''محیط سرخسی'' کا (جو فقہ حنفی کی ایک مشہور کتاب ہے) ایک قلمی نسخہ ۱۱۹۶ھ میں حکیم محمد جعفر خان صاحب کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد مختلف ہاتھوں میں پھرتے پھراتے قاضی دلاور علی صاحب کے ہاں پہنچا جہاں سے کسی نے غائب کر دیا جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو اس نادر کتاب کے تلف کا بے حد صدمہ ہوا اور ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حیدرآباد میں ایک ایسا کتب خانہ قائم کیا جائے جس میں ایسی نایاب کتابیں فراہم کی جائیں تو قدیم علمی ذخائر تلف ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے جب اس کا ذکر ملا محمد عبدالقیوم صاحب سے کیا تو انہوں نے میرے ہم خیال ہو کر فرمایا کہ ایسا کتب خانہ تو حکومت کی طرف سے قائم ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ملا صاحب نے اس کا ذکر نواب عماد الملک بہادر مشیر مدارالمہام سے کیا اور نواب صاحب موصوف فوراً راضی ہو گئے اور سرکار میں قیام کتب خانہ کی تحریک فرمائی جو منظور ہوئی اور ۱۳۰۸ھ میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں آیا گویا اس علمی خزانہ کی بنیاد بھی مولانا ہی کے خیال اور تحریک ہی سے پڑی گو تکمیل دوسروں کے ہاتھوں ہوئی ہو۔

مدرسہ نظامیہ

سابق میں ذکر آچکا ہے کہ مولانا کے چشمہ علم سے ملک کو سیراب کرنے کے لئے ''مدرسہ نظامیہ'' کی بنیاد رکھی گئی جب یہ قائم ہوا ہے تو ابتداءً اس کی حیثیت ایک

مکتب کی تھی مگر مولانا کی انتھک کوششوں اور آپ کے احباب کی امداد سے اس درجہ پر پہونچ گیا کہ دکن و ہندوستان تو ایک طرف تمام عالم اسلام میں مدرسہ نظامیہ اور اس کے ساتھ حیدر آباد دکن کی دھوم مچ گئی۔ یہی اسباب ہیں جن کی بناء پر نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانیٔ مدرسہ نظامیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

ابتداء میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اخراجات مدرسہ اہل خیر کی امداد پر چلتے رہے اور جب مولانا کے ابتلاء کا زمانہ ختم ہوا اور آپ حضور نظام اعلیٰحضرت میر محبوب علی خان غفران مکاں کی تعلیم پر مقرر ہوئے تو آپ بھی کثیر مقدار میں چندہ دیا کرتے تھے جوں جوں آپ کی آمدنی میں اضافہ ہوتا گیا آپ چندہ کی مقدار میں بھی اضافہ فرماتے تھے۔ مولانا نے مدرسہ نظامیہ کی مالی کس قدر امداد کی اس کا ذکر پچھلے صفحات میں نہایت تفصیل سے آگیا ہے۔ اسلئے یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری سمجھ کر قلم انداز کر دیا جاتا ہے۔

آمدم برسر مطلب جوں جوں دن گذرتے گئے مدرسہ نظامیہ کی شہرت کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تعداد بھی بڑھتی گئی آخر نوبت بایں جارسید کہ صرف اہل خیر کی امداد پر مدرسہ کو چلانا مشکل ہو گیا اب دو صورتیں پیش تھیں یا تو طالب علم کو ناکام و نامراد رکھا جاتا یعنی طلبہ کا داخلہ بند کر دیا جاتا یا اخراجات کی تکمیل کے لئے کوئی دوسری سبیل کی جاتی بلآخر ان اسباب سے مجبور ہو کر حکومت سرکار عالی سے امداد کی درخواست کی گئی جس کی بناء پر پہلے پہل ۲۴؍ جمادی الاولی ۱۳۰۹ھ میں پچاس (۵۰) ماہوار امداد منظور کی گئی مگر مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے یہ امداد بالکل ناکافی ثابت ہوئی اور امداد کے لئے پھر دوسری درخواست پیش کی گئی اور اس سابقہ امداد میں اضافہ منظور ہوا اس طرح کئی بار اضافہ کی درخواست کی گئی اور منظور ہوئی حتیٰ کہ اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علی خان بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ، تخت نشین ہوئے اس وقت مدرسہ نظامیہ کو سرکار سے سات سو روپیہ امداد ملتی تھی اور

حال یہ تھا کہ وہ بھی نا کافی اس پر مولانا نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں تمام حالات کا اظہار فرمایا جس کا علم دوست والی ملک کے درد بھرے دل پر بہت اثر ہوا اور شاہ والا جاہ نے اسی وقت کُل امداد دو ہزار ماہوار کر دی اور اس کے بعد مزید پانچ سو (صماء) کا اضافہ منظور فرمایا چنانچہ تا حال ڈھائی ہزار ماہوار امداد سرکار سے مل رہی ہے۔

مدرسہ نظامیہ پہلے پہل ۱۲۹۲ھ میں مولوی مظفرالدین صاحب معلیٰ مرحوم سابق مددگار ناظم ٹپہ سرکار عالی کے مکان واقع افضل گنج میں قائم ہوا بعض ضرورتوں سے وہیں آس پاس دو تین مکانوں میں منتقل ہونے کے بعد جب دارالاقامہ کا انتظام کیا گیا تو ۱۳۰۲ھ میں مولوی امیرالدین حسین صاحب مرحوم کے مکان واقع چنچہ دروازہ میں منتقل کیا گیا۔ صاحب موصوف نے مدرسہ کو صرف مکان ہی نہیں دیا بلکہ حتیٰ المقدور دامے ،درمے،قدمے، سخنے ہر طرح اس کی ترقی میں سعی کی اور ایک عرصہ تک بلا معاوضہ مہتممی کی خدمت انجام دی اس کے بعد بعض اسباب کی بناء پر نواب فیروز یار جنگ مرحوم کے مکان میں منتقل ہوا۔ گو نواب صاحب ممدوح کا مکان نہایت وسیع تھا جو مدرسہ کو مستعار ملا تھا مگر جگہ نا کافی ہونے کے سبب ایک اور مکان مولوی رفیع الدین حسین صاحب کا عاریتاً لیا گیا۔ اس کے بعد سرکار عالی نے ۱۳۱۹ھ میں محلّہ شاہ گنج میں ایک وسیع اور پختہ مکان مدرسہ کے لئے عنایت فرمایا مگر چند سال کے بعد وہ بھی نا کافی ہونے لگا تو سرکار سے ایک اور مکان محلّہ شبلی گنج میں عنایت ہوا اور اسکی تعمیر و ترمیم کیلئے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپئے عنایت ہوئے شاہ گنج کا مکان مطبع دائرۃ المعارف کو مدرسہ کی جانب سے مستعار دیا گیا اور شبلی گنج کے مکان میں اس وقت مدرسہ ہے۔ مولانا کو مدرسہ سے اتنی محبت تھی کہ جس کا بیان نہیں۔ باوجود سرکاری مصروفیات کے کچھ نہ کچھ وقت مدرسہ کے کام کے لئے ضرور نکال لیتے۔ طلبہ کا امتحان ہر ہفتہ لیتے۔ شوقین طلبہ کو انعامات دیکر حوصلہ افزائی کرتے ہفتہ میں دو ایک بار مدرسہ تشریف لاتے تعلیمی

حالت کا معائنہ فرماتے۔عہدہ داران مدرسہ و مدرسین کو ہدایت دیتے مصروفیات کی کثرت کے بعد ایک مجلس بھی قائم فرمائی تھی مگر اس پر بھی آپ کی توجہ مدرسہ کی جانب سے کم نہیں ہوئی۔

مولانا ہمیشہ مدرسہ کو متوکلاً علی اللہ چلاتے رہے جتنی آمدنی تھی اس سے زیادہ خرچ تھا کمی ہوتی تو اپنے پاس سے صَرف فرماتے آپ کے اخیر زمانہ میں جب مجلس انتظامی نے چاہا کہ مدرسہ کے آمد وخرچ کا ایک موازنہ مرتب کیا جائے تا کہ خرچ آمدنی سے بڑھنے نہ پائے اور دقت نہ ہو تو آپ نے اراکین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات مدرسہ کے معاملہ میں ہمیشہ توکل کو پیش نظر رکھیں جس طرح کہ میں نے کیا ہے نہ میں نے کبھی طلبہ کی تعداد معیّن کی نہ خرچ کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خرچ کے ساتھ آمدنی بھی بڑھادی مدرسہ نے ترقی کی اور طلبہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا۔مولانا کے وصال سے کچھ دن پہلے راقم نے بحیثیت مہتمم مدرسہ ایک یادداشت مجلس میں پیش کی تھی کہ بہ لحاظ گرانی وحالات حاضرہ کے مدرسہ کی موجودہ آمدنی کافی نہیں ہے نیز مدرسین کی ماہواروں میں بھی اضافہ کی ضرورت ہے کیوں کہ ایک طرف تو گرانی بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف محکمہ تعلیمات سرکارعالی میں نئے مدارس کھل رہے ہیں جس کی وجہ سے اچھے کام کرنے والوں کا فقدان ہو جائے گا اس لئے اضافہ آمدنی کے لئے کوشش کی جائے تو اس پر مجلس نے تجویز کی کہ ایک جلسہ عام کر کے قوم کو اس جانب متوجہ کیا جائے۔

چنانچہ مولانا کی صدارت میں ایک جلسہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ (کومنعقد ہوا)۔

۱)مدارس دینیہ کے قیام سے علماء کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملک میں کُل مدارس دینی علوم کے ہوں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ملک میں چند مدارس ایسے بھی ہوں جو خالص علوم دین قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم دیا کریں اور ان علوم کی امداد کے لئے منطق،فلسفہ اور معقولات بھی شریک رکھے جائیں۔اس لئے میں نے درس نظامی کو لازم رکھا کیوں کہ اس نصاب کو

ا؎ حضرت شیخ الاسلام بانیٔ جامعہ نے رحلت سے پہلے ۲۴، جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ م ۱۹۱۸ء مجلس مشاورت کا ایک جلسہ طلب فرمایا جس میں مجلس مشاورت کے ارکان کے علاوہ ملک کے علماء، مشائخ، عمائدین، طلبۂ قدیم اور جامعہ کے جملہ اساتذہ شریک رہے ان سب کے سامنے حضرت شیخ الاسلام نے اپنے ان خیالات کو واضح فرمایا۔

ہند کے اہل اللہ اصحاب جو ہندوستانی مسلمانوں کے مزاج سے واقف تھے، انہوں نے مرتب کیا ہے اور اب تک ہزارہا افراد اس نصاب سے تعلیم پا کر متبحر علماء اور اہل اللہ بنے ہیں اس میں کسی قسم کی تبدیلی و ترمیم نہ ہونی چاہیئے یہاں تک کہ اس نصاب کی تعلیم کے ساتھ کسی اجنبی زبان کی تعلیم بھی نہ ہونی چاہیئے۔

۲) کارکنان مدرسہ کا یہ فرض ہوگا کہ ابتدائی تعلیم خاص اہتمام سے پڑھائیں تا کہ اعلیٰ تعلیم میں یہ تعلیم مدد دے سکے۔

۳) مدرسہ نظامیہ میں جو طلبہ تعلیم پائیں ان سے کسی قسم کا معاوضہ نہ لیا جائے بلکہ غیر مستطیع طلبہ کے قیام، طعام اور لباس کا انتظام منجانب مدرسہ کیا جائے۔

۴) مدرسہ نظامیہ میں ہر ملک کے طلبہ کو شریک کیا جائے۔

۵) مدرسہ کے انتظام اور تعلیم کیلئے جو اساتذہ معمور ہوں وہ سب کے سب اہل سنت و جماعت سے ہوں اور میرے ہم مشرب ہوں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

۶) میں نے اس مدرسہ کو توکل علی اللہ پر چلایا ہے اور آئندہ بھی اسی اصول پر مدرسہ کو چلایا جائے ایسی صورت میں غیب کی امداد شامل رہے گی۔

۷) یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مدرسہ سے اب تک جو طلبہ مستفید ہوئے ہیں ان کا فرض ہوگا کہ وہ میرے بعد اس امانت (مدرسہ نظامیہ) کے اغراض و مقاصد کی حفاظت کریں اور کوشش کریں کہ اس مدرسہ میں زیادہ سے زیادہ طلبہ شریک رہیں۔

۸) میرے بعد اس مدرسہ کا انتظام کس طرح رہے گا اس کا اہتمام منجانب اللہ تعالیٰ بہتر طریقہ پر ہونے کی توقع ہے جس پر مولانا مفتی رکن الدین صاحب اور مولوی مفتی سید محمود صاحب نے سچ ہے کہا اور کئی مرتبہ بلند آواز سے سچ ہونے کا اعلان کیا۔

۱۴/اروی بہشت ۱۳۲۷ف روز جمعہ منعقد ہوا، گو مولانا کو سرطان کی وجہ سے سخت تکلیف تھی مگر اس جلسہ میں شرکت سے انکار نہیں فرمایا اور باوجود انتہائی تکلیف کے ختم جلسہ تک تشریف فرما رہے گویا یہ مولانا کی مدرسہ میں آخری تشریف فرمائی تھی، جس کے ایک ہفتہ بعد آپ کا وصال ہو گیا۔ اس جلسہ میں مجلس انتظامی کی پیش کردہ دو تجویزیں باتفاق آراء منظور ہوئیں۔

۱) قوم سے چندہ کی درخواست کی جائے۔

۲) سرکار میں اضافہ امداد کے لئے درخواست کی جائے۔

راقم نے اس جلسہ میں ایک مفصل رپورٹ پڑھی تھی جس میں مدرسہ کی ابتدائی ترقی اور موجودہ حالت اجمالاً بیان کی گئی تھی اس وقت ایسے طلبہ کی تعداد جن کے اخراجات کا مدرسہ کفیل تھا تقریباً چار سو (۴۰۰) اور دوسرے طلبہ کی تعداد پانچ سو (۵۰۰) جملہ نوسو (۹۰۰) تھی۔

اس کتاب میں پوری رپورٹ نقل کرنا تو باعث طوالت ہے، البتہ اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے تا کہ قوم اندازہ کر سکے کہ کوئی قومی کام سچے ہمدرد اور بے غرض مربی کی نگرانی میں کس طرح چل سکتا ہے اور جب اس میں خود غرضیاں آجائیں تو کس طرح تباہ ہو جاتا ہے اس رپورٹ کے بعض فقرے یہ ہیں۔

''عربی کی باقاعدہ تعلیم و رہائش طلبہ کے انتظام کو مفید طریقہ پر شروع ہو کر آج اکتیس (۳۱) سال ہوتے ہیں جس کی مختصر حالت اس وقت پیش ہے''۔

''مدرسہ کے نصاب میں منطق، فلسفہ، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول

فقہ،اصول حدیث،مناظرہ، معانی، بلاغت، ہیت، ہندسہ،صرف ، نحو وکلام کی بہتّر (۷۲) کتابیں ہیں ۔جن کی تکمیل کے بعد متعلم فارغ التحصیل سمجھا جاتا ہے۔ یہ لحاظ سہولت مدرسہ اسی نصاب کے دو حصہ کئے گئے ہیں ایک ضروری اور دوسرا تحصیلی ، تحصیلی میں تو پورا نصاب شریک ہے اور ضروری میں ایک ثلث سے زائد کم کر دیا گیا ہے تا کہ جو طلبہ اپنے حوائج خانگی کے سبب سے زیادہ قیام نہیں کر سکتے وہ ضروری نصاب ہی ختم کر کے چلے جائیں'' چنانچہ اس اکتیس (۳۱) سال کے عرصہ میں مدرسہ نے ایک سو ستاسی (۱۸۷) علماء ایسے پیدا کئے جنہوں نے نصاب تحصیلی یا ضروری کی تکمیل کی اور مسلمانوں کی دینی و مذہبی ضروریات اچھی طرح پوری کر سکتے تھے اس کے علاوہ ایسے طلبہ کی تعداد جو اس معیار کو پہنچنے سے پہلے ہی اپنی ضروریات کے تحت تعلیم ختم کر دئے تھے بہت زیادہ ہے۔صرف اوسط طلبہ کی تعداد جو مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور امتحان سالانہ میں کامیاب ہوئے ۱۳۰۸ف تا ۱۳۲۶ف نعاتیہ یعنی انیس سال میں (۱۹۲۹) ایک ہزار نو سو انتیس تھی۔تحتانی طلبہ اس کے علاوہ ہیں جن کی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل ہے پوری تفصیل سے بوجہ طوالت احتراز کیا گیا ہے۔ یہ ہے مدرسہ کی ترقی اور اس کا عروج جس کو مولانا نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔آہ اب کہاں ہے وہ مدرسہ پر اپنا سب کچھ لٹانے والی ہستی جو مدرسہ کی کسمپرسی کی حالت کو دیکھے اور رنج کرے ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ مولانا کی روح اس قومی بار آور درخت کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر کس قدر بے چین ہوتی ہوگی۔ یہاں یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل یہ ہے کہ مدرسہ نظامیہ مسلمانوں کے لئے قائم ہوا تھا اس کو کسی خاص جگہ سے کوئی خصوصیت نہیں تھی ۔مسلمان جہاں رہے وہی اس کا وطن ہے'' مولانا کا مطمع نظر تھا اسی لئے ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ مدرسہ میں زیادہ تعداد غیر ملکی طلبہ کی تھی اور مولانا بوجہ ان کی غربت اور وطن سے دور ہونے کے زیادہ خیال فرماتے اور بلا روک ٹوک مدرسہ میں شریک فرما کر ان کے خوراک ولباس

وغیرہ کا انتظام فرماتے چنانچہ (۱۸۷) اعلیٰ تعلیم یافتہ طلبہ میں سے سو (۱۰۰) غیر ملکی اور (۸۷) ملکی ہیں مگر افسوس کہ مولانا کے وصال کے بعد اسلامی اخوت تو رہی ایک طرف جذبۂ

ا۔ چنانچہ اس ۱۴۳ سال کے عرصہ میں جامعہ نظامیہ نے ہزار ہا علماء وفضلاء ایسے پیدا کئے جنہوں نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں دین وملت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

دینی ایک طرف ملکی اور غیر ملکی کے تباہ کن احساسات نے مدرسہ کو اس حال پر پہنچا دیا کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے خدا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصدق سے اسکو اعداء کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

شعبۂ تقریر

تعلیم کے علاوہ مدرسہ میں تقریر و وعظ کی مشق کرانے کا بھی باضابطہ انتظام تھا ۱۳۲۳ھ سے معلم صاحبان خاص اس کام پر مامور تھے ہفتہ میں دو مرتبہ اوسط و اعلیٰ طلبہ تقریر کرتے اور دوبار تحتانی طلبہ، دونوں کے معلم جداگانہ تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ ایک ہفتہ پہلے طلبہ کو مضمون دیا جاتا وہ اس مدت میں تیار ہو جاتے اور مقررہ وقت پر تمام مدرسہ کے طلبہ جمع ہوتے اور مقرر کھڑے ہو کر تقریر شروع کرتا۔ ختم تقریر پر معلم صاحب مقرر کی غلطیوں کی

(مدرسہ نظامیہ کے بجائے ''جامعہ نظامیہ'' کا اعلان)

ا۔ مدرسہ نظامیہ کی تعلیمی شہرت کی وجہ سے ملک کے علم دوست اصحاب اور ارباب حکومت کے ذمہ دار اصحاب کی تائید سے مدرسہ نظامیہ کو جامعہ نظامیہ سے ملقب کرنے کی خواہش کی جس کی بنا پر ہمارے محترم نظامی بھائی ڈاکٹر حمید اللہ صاحب زاد اللہ عمرہ اقبالہ کی تحریک پر یوم تاسیس جامعہ نظامیہ منعقدہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ م ۱۹۳۵ء میں آئندہ سے مدرسہ نظامیہ کہ بجائے جامعہ نظامیہ کہنے کی تجویز منظور کی۔ الحمد للہ اس ترمیم سے حکومت نے بھی اتفاق کیا اور

سب سے پہلے نواب سر حیدر نواز جنگ صدر اعظم حکومت حیدر آباد نے اعلان کیا کہ مدرسہ نظامیہ صرف مدرسہ نہیں ہے بلکہ اس درسگاہ میں جملہ علوم وفنون پڑھائے جاتے ہیں اس لئے اب اس کی حیثیت ایک جامعہ کی ہے اور اب یہ مدرسہ نظامیہ کے بجائے جامعہ نظامیہ کہلائے گا۔

اس تاریخ سے جامعہ نظامیہ کے نام سے ملک و بیرون ملک اور حکومت کے جملہ دفاتر میں جامعہ نظامیہ سے مخاطبت شروع ہوئی یہاں تک کہ حضور آصف جاہ سابع نے اپنے ایک فرمان میں بجائے مدرسہ کے جامعہ نظامیہ سے مخاطب ہوئے اور نظامئین اپنے نام کے آخر (نظامیہ) لکھنا شروع کئے۔ (اخبار۔رہبر دکن ۲۔جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ)۔

اصلاح اور ہدایت سے (جو قلم بند کی جاتیں) اس کو واقف کراتے یہ ایسا طریقہ تھا کہ جس سے بہت تھوڑی مدت میں طلبہ اچھے مقرر ہو جاتے تھے۔

دارالافتاء

بہ حیثیت مذہبی درسگاہ ہونے کے لوگ اکثر مذہبی مسائل دریافت کرتے تھے بعد میں اس کثرت سے استفتاء آنے شروع ہوئے کہ مدرسہ کو اس کا ایک علیحدہ شعبہ قائم کرنا پڑا چنانچہ غرہ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ م ۱۳۲۰ف میں دارالافتاء قائم ہوا اور اس نے قوم ملک و دین کی کس طرح خدمت کی وہ مشہور عالم اور اظہار سے مستغنی ہے اب تک جوابات کے تین حصے فتاوائے نظامیہ کے نام سے شائع اور ملک میں بیحد مقبول ہوئے ہیں۔

مدرسہ نظامیہ سے حضرت اقدس واعلیٰ کی محبت

آخر میں اس بات کا ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ اعلیٰحضرت آصف جاہ سابع نظام الملک سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر فرماں روائے دولت آصفیہ

صَانَہَا اللّٰہُ عَنِ الشُّرُ وْ رِوَ الْفِتَنِکو مدرسہ نظامیہ سے کتنا گہرا قلبی تعلق ہے۔مولانا کی زندگی میں تو اس جانب خاص توجہ تھی اکثر طلبہ مدرسہ کو مدعو فرماتے تحائف سے سرفراز فرماتے میوہ وخاصہ تک روانہ فرماتے مولانا نے جس بات کے متعلق عرض کیا شاہ والا جاہ نے منظور فرمایا۔کئی بار مدرسہ کوتشریف فرمائی سے رونق بخشی ۔مولانا کے وصال کے بعد بھی توجہ ہمایونی مدرسہ کی جانب سے کم نہیں ہوئی چنانچہ مدرسہ کے متعلق فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۲۲/ربیع الاول ۱۳۴۰ھ میں ارشاد ہے کہ ’’مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی ہوئی ایک عالم وفاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت میں صرف کی اور دنیوی معاملات سے احتراز کیا یعنی مولانا انواراللہ صاحب فضیلت جنگ مرحوم ومغفور‘‘ چونکہ یہ مدرسہ خاص ان کا ایجاد کردہ ہے اوران کے بعد ان کی یادگار رہے لہٰذا مجھے ضروری ہے کہ اس کی بقاء و بہبودی کی طرف متوجہ ہوں‘‘ مگر افسوس اس کا ہے کہ ایک قومی مدرسہ کو جو سالہا سال سے قوم و دین کی خدمت کررہا ہے جو ایک زبردست عالم باعمل کی یادگار ہےاور جس کی جانب شاہ علی مرتبت کی اتنی توجہ ہے ایسے لوگ مٹانے کی فکر میں ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان اوراس ریاست ابد مدت کا وفادار نمک خوار سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کو آئے دن نئے نئے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور بجائے اسکے کہ یہ بارآور درخت خوب پھلے پھولے اندر ہی اندر اسکی جڑیں کھوکھلی ہوتی جارہی ہیں قوم سے استدعاء ہے کہ مدرسہ کی بقاء وارتقاء میں جان ودل سے کوشش کریں کیوں کہ ملک میں یہی ایک درسگاہ دین وعلم دین کی محافظ ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ نازل فرمانے والے خدا سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ سے اس خادم دین کو حساد واعداء کے فتنہ وفساد سے مامون ومصون رکھے۔آمین۔

فیض روحانی

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مولانا کو اپنے والد ماجد اور حضرت الحافظ الحاج مولانا امداداللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے تمام سلاسل میں بیعت وخلافت حاصل تھی مگر آپ نے خود کسی کو اپنے سے بیعت کرنے کے لئے نہیں فرمایا۔ اگر کوئی شخص خود درخواست کرتا تو فرماتے کہ ''میں اس قابل نہیں ہوں کسی اور (قابل بزرگ) سے بیعت کرلو تو بہتر ہوگا'' اس کے بعد بھی اگر کوئی اصرار کرتا تو شریک سلسلہ فرمالیتے آپ عموماً سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے اگر طالب کی خواہش کسی دوسرے سلسلہ میں شریک ہونے کی ہوتی تو

اِترجمہ، آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۳)

آپ اس کی مرضی کے مطابق اسی سلسلے میں شریک فرماتے تھے۔ طالب کی طلب پر اذکارِ سلسلہ بھی تلقین فرماتے تھے اگر کسی کو حصول معارف وحقائق کا شوق ہوتا تو اس کو فتوحات مکیہ کے درس میں شریک ہونے کی ہدایت فرماتے۔

اقوال

عموماً ذی علم اشخاص کو ہدایت فرماتے کہ اوراد واذکار کے بجائے ہمیشہ علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم اور ان کی اشاعت میں کوشاں رہیں کیوں کہ اس کے برابر کوئی عبادت باعث تقرب الٰہی نہیں ہے۔

راقم نے بارہا آپ سے تلقین اذکار کی خواہش کی مگر جب کبھی آپ کوئی ذکر تلقین فرماتے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے کہ

''دین کی خدمت کرو اس میں چنداں مصروف ہونے کی ضرورت نہیں۔'' آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ابتداءً اذ کار اذ کار کیا کرتا تھا مگر اب اس کے بدلے اس وقت کو علم دین کی خدمت میں صرف کرتا ہوں کیوں کہ ذکر سے انجلاء باطن ہوتا ہے اور انسان کو اپنے مدارج معلوم ہوتے ہیں جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں رعونت نہ آجائے۔ عبادت سے محض تقرب الٰہی مقصود ہے اور بعد ادائی فرض کے افضل عبادت تحصیل علم دین اور اس کی اشاعت ہے اگر کوئی شخص اس میں مصروف ہو تو اس کے مدارج روز افزوں ترقی کرتے ہیں گو اس کو اس کا علم نہ ہو اور خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی اور قربت حاصل ہو جاتی ہے۔

مولانا کو مدرسہ نظامیہ کے طلبہ سے بہت محبت تھی چنانچہ سال میں دو تین مرتبہ تمام طلبہ کو کسی باغ یا تفریح گاہ میں لے جاتے دو تین روز تک قیام فرماتے وہاں ان سے تقریریں، مناظرہ اور بیت بازی کے مقابلے کراتے طلبہ جب اس سے تھک جاتے تو تھوڑی دیر ان کو کھیلنے کی اجازت بھی دیتے تھے۔ ایک دفعہ بچے آپ کے سامنے لُون پاٹ کھیل رہے تھے۔ راقم پاس تھا فرمائے کہ ''بتلاؤ اس میں امتیاز شرعی کیا ہے'' یعنی اس سے انسان کیا نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ خادم کی فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے آپ نے فرمایا کہ اس کھیل کا خاصہ یہ ہے کہ ایک فریق اپنے مخالفین سے بچکر نکل جائے اور وہ اس کو چھونے نہ پائیں اسی طرح خدائے عز وجل کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان اس طرح بچ کر خدا تک پہونچ جائے کہ انسان کے مخالفین اس کو چھونے بھی نہ پائیں راقم پر اس کا بیحد اثر ہوا اور خیال کیا کہ یقیناً آپ کا کوئی وقت یادحق سے خالی نہیں رہتا اور آپ ہر بات سے کوئی نہ کوئی عبرت حاصل فرماتے ہیں۔

آپ جس طرح اپنے معاملات میں اللہ عز وجل کی ذات پر بھروسہ

فرماتے تھے اسی طرح مدرسہ نظامیہ کے معاملہ میں بھی توکل پیش نظر تھا آپ نے بارہا راقم الحروف سے فرمایا کہ خرچ کو ہمیشہ آمد سے زائد رکھنا چاہیئے تاکہ احتیاج الی اللہ باقی رہے (ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے لئے مناسب ہے جن کے پیش نظر ہمیشہ خدائے تعالیٰ اوراس کا قادر مطلق اور رزاق ہونا ہو۔ ورنہ ہم جیسوں کے لئے وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ہی بہتر ہے) وفات سے کچھ روز پہلے جب آپ نے مدرسہ کی مجلس انتظامی بدلی تھی تو بعض اراکین نے چاہا کہ مدرسہ کا ایک موازنہ مرتب کریں اوراخراجات کو اس سے بڑھنے نہ دیں اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک بات کہتا ہوں غالباً آپ حضرات اس کو پسند نہیں فرمائیں گے وہ یہ کہ جس طرح میں نے مدرسہ کو توکل پر چلایا ہے اسی طرح آپ بھی عمل فرمائیں۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ نہ میں نے کبھی طلبہ کی تعداد مقرر کی نہ ان

ا؎ ترجمہ، اور نہ ہی اسے بالکل کشادہ کرو ورنہ تم بیٹھ جاؤ گے ملامت کئے ہوئے درماندہ۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۹)

کے اخراجات کا کوئی اندازہ کیا۔ یہی وجہ ہے کے اب تک برابر طلبہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی ہے اوراضافہ طلبہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمدنی بھی بڑھادی۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اس پر عمل نہیں کیا گیا۔ جس کا نتیجہ آج آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تو اضافہ طلبہ کے بدلے روز بروز اضافہ عملہ ہی ہوتا ہےاور طلبہ کی تعداد آہ دن بہ دن گھٹتی جارہی ہے۔

ظاہری

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ قوم کی نظروں میں مولانا کی کیا وقعت تھی اور آپ کے ظاہری مراتب کیا تھے ان کا بالتفصیل اظہار

بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں۔البتہ ایک فرمان شاہی جو پیچھے مدرسہ نظامیہ کے عنوان میں گزر چکا اور دوسرا جو مولانا کے وصال کے بعد شرف نشر پایا تھا نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس سے اور عنوان مدرسہ نظامیہ میں گزرے ہوئے فرمان مبارک سے اندازہ ہو سکے کہ مولانا کی شاہ دکن اعلیٰحضرت آصف جاہ سابع کی نظروں میں کیا وقعت تھی۔

باطنی

اگر چہ کہ کسی کے مدارج باطنی ہر شخص پر ظاہر نہیں ہو سکتے مگر ان لوگوں میں بھی جو بصیرت سے محروم ہیں تین قسم کے لوگ ہیں۔

۱) ایک تو وہ جو خوش اعتقادی کی وجہ سے یقین کر لیتے ہیں۔

۲) دوسرے وہ جو نہ یقین ہی کرتے ہیں نہ انکار۔

۳) اور تیسرے وہ جو بہ سبب جہل انکار پر اڑے رہتے ہیں۔اور بہ بانگ دہل کہتے ہیں کہ جس چیز کا علم ہم کو نہیں ہے وہ ہو ہی نہیں سکتی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں ہم کو سب کا علم ہے۔حالانکہ عقل ان کی اس نادانی پر ہنستی ہے۔

خود خداوند دو عالم کلام پاک میں فرماتا ہے۔**وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً** یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جاہل دوسرے عالم کی قابلیت کا اندازہ کرے یا ایک فن کا ماہر دوسرے فن والے کے کمالات کا انکار کرے جس میں خود اسے کچھ دخل نہیں۔مثال کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک دیہاتی جس نے کبھی ہوائی جہاز نہ دیکھا ہو یہ کہ ایک ایسی کل بھی ہے جس میں بیٹھ کر آدمی ہوا میں پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہیں اور وہ اس کا انکار کرے تو دنیا کیا کہے گی۔بس یہی حال ان لوگوں کا بھی ہے۔خیر ہم کو تو اس سے بحث ہی نہیں کہ کوئی اس کا یقین کرے یا نہ کرے، عدم علم سے کسی شئی کا عدم لازم نہیں آتا ہم تو حضرت سرور دو

عالم ﷺ کے فرمان پر ایمان لاتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔اس لئے مشتے ازخرواری کچھ تھوڑے سے حالات لکھتے ہیں تاکہ تفصیل باعث تطویل نہ ہو۔

نجیبہ بیگم صاحبہ آپ کی ایک مریدہ ہیں جن کو مولانا سے رشتہ داری بھی تھی کثرت ذکر سے ان کا قلب اتنا صاف ہو گیا تھا کہ ان کے انکشافات صحیح ہوتے تھے جس کا ذکر خود مولانا نے بھی راقم سے بارہا فرمایا تھا۔اس لئے وصال کے بعد راقم نے ان سے خواہش کی کہ آپ مولانا کے کچھ مراتب باطنی بیان فرمائیں تاکہ درج سوانح کروں۔چنانچہ بی بی صاحبہ نے فرمایا میں نے جب کبھی مراقبہ میں مولانا کا تصور کیا ہے تو آپ کو اس حال میں دیکھا کہ ''آپ حضرت سرور دو عالم ﷺ کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں ابرو سے نور کی زبردست شعائیں نکل کر آسمان تک جارہی ہیں'' اور آپ بے خود ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو یہ مرتبہ محض اعلاء کلمۃ الحق اور اشاعت دین مصطفوی ﷺ کی وجہ سے حاصل ہوا۔بی بی صاحبہ ہمیشہ فتوحات مکیہ کے حلقہ درس سے استفادہ کے لئے قریب کے ایک کمرے میں بیٹھتی اور سنتیں تھیں۔ان کا بیان ہے کہ میں نے بارہا

۱؎ ترجمہ۔اور نہیں دیا گیا ہے تمہیں علم مگر تھوڑا سا۔(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۵)

حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حلقہ درس میں تشریف لاتے دیکھا ہے۔کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے کبھی بیٹھ بھی جاتے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہوتا تھا۔ایک دفعہ ''بروقت درس حضرت سردار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ ایک دوسرے کمرے میں تشریف فرما ہیں اور مولانا درس دے رہے ہیں۔اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی درس میں مصروف ہیں ایک اور دفعہ مولانا کسی اہم مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رُک جاتے تھے تو میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے حضرت سرور دو عالم ﷺ حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں آپ

کے رک جانے سے آنحضرت ﷺ نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ حل مضمون سے قاصر ہو گیا ہے اور مولانا کی جانب توجہ فرمائی جب توجہ پاک سے مضمون حل ہو گیا تو رسول انور ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقۂ درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی۔

تصرفات

(۱) حضرت علیہ الرحمہ کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد صاحب شاہنوازی نے راقم سے کہا کہ ایک رات میں سو رہا تھا اور مولانا مطالعہ کتب میں مصروف تھے نیند میں یکایک میرے قلب میں بے چینی محسوس ہوئی اور اس قدر شدت سے کہ میں سو نہیں سکا جب اٹھ کر بیٹھا ہوں تو مولانا نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی پلا دو تعمیل حکم کے بعد جب لیٹا تو وہ بے چینی رفع ہو چکی تھی اور آرام سے سو گیا دوسرے روز صبح کو مولانا نے حلقۂ درس کے بعد بعض مخصوص تلامذہ سے فرمایا کہ ''رات مجھے پیاس لگی دیکھا تو کوئی موجود نہیں تھا البتہ ایک صاحب سو رہے تھے خیال آیا کہ واقعات سے ثابت ہے کہ بزرگانِ دین تصرف قلبی سے اپنے ارادوں کو پورا کرلیا کرتے تھے اس لئے میں بھی سونے والے صاحب کے قلب پر اثر ڈالا چنانچہ وہ بیدار ہوئے اور میں ان سے پانی منگوا کر پیا۔

(۲) نجیبہ بیگم صاحبہ پر جن کا اوپر ذکر آیا ہے اکثر جذبی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اور ایک دوسری کیفیت طاری ہوتی تھی جو جلالی کیفیت کہلاتی ہے وہ مختلف بزرگانِ دین کی ہوتی تھی۔ تو وہ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خیال کیا کہ مجھ پر مولانا علیہ الرحمہ کی جلالی کیفیت طاری ہے اس تصور کے ساتھ ہی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں اس کو برداشت نہیں کرسکی۔ اس قدر بے چین اور تمام جسم میں سوزش شروع ہوئی کہ رات کاٹنی دوبھر ہوگئی۔ صبح کو جب

مولانا تشریف فرما ہوئے تو میں نے بے تابانہ آپ کے پاس دوڑ گئی اس وقت مولانا نے اپنا رومال مجھ پر پھینک دیا جس سے میری سب کیفیت جاتی رہی اور سکون ہو گیا۔

(۳) جس وقت مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو دفن کے لئے مقام کے انتخاب میں اختلاف پڑا اکثر اصحاب کی رائے تھی کہ خاندانی قبرستان میں دفن کرنا چاہئیے۔راقم کا خیال تھا کہ اگر مدرسہ نظامیہ ہی میں دفن کئے جائیں تو بہتر ہے چنانچہ اکثر حضرات کی رائے کے خلاف جن میں ورثاء بھی شامل ہیں۔

مدرسہ نظامیہ ہی میں آپ کا دفن ہونا میری رائے میں آپ کے تصرفات میں سے ہے۔اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ جو اس وقت بمبئی میں تشریف فرما تھے اجازت حاصل کرنے میں بہت دقتیں اٹھانی پڑیں جواب آنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مایوسی ہو گئی تھی۔کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ مسجد سے جنازہ کہاں جائے گا۔مگر یہ مولانا ہی کے تصرفات تھے کے اجازت آ ہی گئی اور جنازہ بھی بغیر کسی کے کچھ کہے سُنے مدرسہ نظامیہ پہنچ گیا۔گویا یہ مولانا کو پسند نہ آیا کہ تمام عمر جس قومی درس گاہ کی ترقی کے دھن میں رہے ہوں مرنے کے بعد اس سے دور رہیں۔

تلامذہ

یوں تو مولانا کے شاگرد اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی صحیح تعداد معلوم کرنی مشکل ہے تاہم جو معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے چند مشاہیر کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خان بہادر آصف جاہ سادس.

۲۔اعلیٰحضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خان بہادر سلطان العلوم شہر یار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ.

۳۔ پرنس نواب میر حمایت علی خان اعظم جاہ والاشان بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ.

۴۔ پرنس نواب شجاعت علی خان معظم جاہ والاشان بہادر.

۵۔ حضرت مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلیٰ مرحوم سابق مددگار ناظم ٹپہ.

۶۔ حضرت مولوی سید کریم اللہ صاحب قادری مرحوم سابق مددگار ناظم نظم جمعیت.

۷۔ حضرت مولوی قاضی محمد شریف الدین صاحب مرحوم استاذ شہزادگان بلند اقبال وشہزادیان فرخ فال.

۸۔ حضرت مولوی سید محمد ابراہیم صاحب مرحوم استاذ نواب صلابت جاہ ونواب بسالت جاہ بہادر مرشدزادگان.

۹۔ مولوی خواجہ محمد مخدوم میاں صاحب مرحوم.

۱۰۔ مولوی امیر الدین حسین صاحب مرحوم برادر قاضی پونیر سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ.

۱۱۔ مولوی سید احمد صاحب قادری فرزند حضرت محی الدین پاشاہ صاحب مرحوم.

۱۲۔ مولوی غلام احمد صاحب مرحوم سابق صوبہ دار ورنگل وظیفہ یاب.

۱۳۔ مولوی مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب مرحوم سابق ناظم محلات مبارک.

۱۴۔ مولوی محمد عبد الرحیم صاحب مرحوم وکیل مختار عام پالونچہ.

۱۵۔ مولوی حسن علی صاحب طلسمی مرحوم وکیل درجہ اول.

۱۶۔ مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب سابق مہتمم صدر شفاخانہ وظیفہ یاب.

۱۷۔ مولوی میر عبد الطیف صاحب مرحوم مہتمم اعراس.

۱۸۔ مولوی محمد عبد الجبار خان صاحب آصفی منتظم دفتر معتمدی صرف خاص مبارک.

۱۹۔ مولوی شاہ محمد صاحب شطاری (سابق) شیخ الادب مدرسہ نظامیہ.

۲۰۔محمد عبدالکریم خان صاحب سابق منتظم درگاہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ.

۲۱۔مولوی سید محمود صاحب مفتی میسرم فارغ التحصیل مدرسہ نظامیہ.

۲۲۔مولوی حافظ غلام حسین صاحب سابق ناظم پائیگا سروقار الامراء بہادر.

۲۳۔مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعت العلوم.

۲۴۔مولوی حکیم محمد عبدالقادر صاحب مہتمم شفاخانہ یونانی سرکار عالی.

۲۵۔مولوی میر عبدالقدیر صاحب وکیل.

۲۶۔مولوی سید یوسف حسینی صاحب سابق معتمد دائرۃ المعارف.

۲۷۔مولوی حکیم سید حیدر حسینی صاحب مدرس مدرسہ طبیہ سرکار عالی.

۲۸۔مولوی سید صلاح الدین صاحب شطاری.

۲۹۔مولوی محمد اکرام علی صاحب تحصیلدار پرگی.

۳۰۔مولوی حکیم محمد حسین سابق طبیب مدرسہ نظامیہ.

۳۱۔مولوی سید غوث الدین صاحب قادری سابق شیخ الفقہ مدرسہ نظامیہ.

۳۲۔مولوی محمد عبدالصمد صاحب شاہ نوری.

۳۳۔مولوی محمد عبدالرشید صاحب مدرس مدرسہ وسطانیہ شاہ گنج.

۳۴۔مولوی احمد عبدالعلی صاحب سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ.

۳۵۔مولوی سید شاہ برہان اللہ حسینی صاحب سجادہ قندہار.

۳۶۔راقم (مفتی) محمد رکن الدین غفرلہ (مفتی اول جامعہ نظامیہ)۔

تمت بالخیر

یادداشت

یادداشت

اعـــــلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا **حافظ محمد انوار اللہ فاروقی** قدس سرہ العزیز نے ۱۲۹۲ھ میں علوم اسلامیہ کی اشاعت و دین مبین کی حفاظت کے لئے جامعہ نظامیہ کو قائم فرمایا۔ الحمد للہ اپنے قیام سے تا حال جامعہ نظامیہ علم دین کی تعلیم و اشاعت میں مصروف ہے۔ اس مرکزی علمی درسگاہ سے لاکھوں طالبان علم فیض یاب ہوئے اور انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت اس کا علمی فیض جاری رہے گا۔ شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے جامعہ نظامیہ کے قیام کے بعد ۱۳۳۰ھ میں علوم اسلامیہ کی مفید و نادر تحقیقی اصلاحی اور معلومات آفریں کتب کی اشاعت کے لئے ایک ادارہ بنام ''مجلس اشاعت العلوم'' قائم فرمایا۔ **مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ** نے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، تصوف، فلسفہ اسلام، تاریخ وسیرت، اخلاق وفضائل، معجزات وکرامات، استعانت، ردوہابیت، ردقادیانیت، زیارت قبور، علم غیب، طبقات اولیاء، میلاد مبارک، رویت الہی، وحی، عشق ومحبت، سماع موتی، ندا، جواز قیام، وسیلہ، معراج مبارک وغیرہ جیسے اہم مسائل پر شیخ الاسلام بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمۃ و دیگر علمائے اعلام کی مدلل وعمدہ تصانیف شائع کی ہیں جن کا مطالعہ ایمان ویقین اور عمل میں پختگی کا باعث ہے۔ نیز **شعبہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ** سے تنقیح وتصحیح کے بعد **نصاب اہل خدمات شرعیہ** کو بزبان اُردو وانگریزی شائع کیا گیا۔ جو معتبر فقہی کتب سے ماخوذ اور عقائد اہل سنت وجماعت کے مطابق ہے۔ اس کتاب کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ اسی طرح الکلام المرفوع کو عربی زبان میں اور ردقادیانیت میں بانی جامعہ نظامیہ کی معرکۃ الآراء تصنیف انوار الحق کو شائع کیا گیا۔ نیز محدث دکن ابوالحسنات حضرت سید عبداللہ شاہ نقشبندیؒ کی مشکوۃ شریف کے طرز پر فقہ حنفی کے احادیث شریفہ کی معرکۃ الاراء عظیم کتاب زجاجۃ المصابیح کا ترجمہ بنام نور المصابیح شائع کیا گیا۔ اور اب **مطلع الانوار** شائع کی جارہی ہے

اطـــــلاع

مجلس اشاعت العلوم کے طباعتی پروگرام، ارکان کی امداد اور اہل خیر اصحاب کے عطیات سے تکمیل پاتے ہیں علم دوست اصحاب سے خواہش کی جاتی ہے کہ مجلس اشاعت العلوم کی ایک ہزار روپئے کی رکنیت قبول فرمائیں۔ اراکین کو مجلس اشاعت العلوم کی جدید مطبوعات اصل لاگت پر اور قدیم مطبوعات ۳۳ فیصد رعایت کے ساتھ دی جاتی ہیں۔ مجلس اشاعت العلوم کی تمام مطبوعات دفتر **مجلس اشاعت العلوم جامعہ نظامیہ** شبلی گنج حیدرآباد سے 10 تا 4 ساعت دن حاصل کی جاسکتی ہیں۔ نیز دکن ٹریڈرس مغلپورہ، چار مینار و چوک، گلزار حوض اور مکتبہ رفاہ عام گلبرگہ سے بھی کتب حاصل کی جاسکتی ہیں مزید تفصیلات مولانا حافظ محمد عبید اللہ فہیم صاحب قادری الملتانی شریک معتمد مجلس اشاعت العلوم سے فون نمبر **24416847** پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

المعلن

محمد خواجہ شریف

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ و معتمد مجلس اشاعت العلوم۔ رجسٹرڈ ۱۰۵۹